

فتاویٰ رضویہ سے منتخب گراں قدر ۱۰۰ مسائل کا مجموعہ

المعروف بہ

فتاویٰ اعلیٰ حضرت





ترتیب

مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی

ناشر

مجلس اصحاب قلم، کولکاتا

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں فری
حاصل کرنے کے لیئے
ٹیلیگرام چینل لنک
https://t.me/tehqiqat
آرکاریو لنک
https://archive.org/details
/@zohaibhasanattari
بلوگسپوٹ لنک
https://ataunnabi.blogspot
.com/?m=1

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری

بیادگار: حضور جلالۃ الارشاد الحاج الشاہ محمد نمازی تیغی قادری علیہ الرحمۃ

فقیہ اسلام، امام اہل سنت، مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ
کے ۱۰۰ر واں عرس، "**جشن صد سالہ**" کے موقع پر
"**فتاوی رضویہ**" سے منتخب ۱۰۰ر مسائل کا مجموعہ المعروف بہ

فتاویٰ اعلیٰ حضرت

ترتیب

مفتی محمد رحمت علی تیغی قادری مصباحی

ناشر
مجلس اصحاب قلم
نوری مسجد، 7/1B تلجلا روڈ، کولکاتا-700046

باہتمام
جامعہ عبداللہ بن مسعود
گلشن کالونی، ۹۲ر ویسٹ چوباگا، کولکاتا-700100

نام کتاب : فتاوی اعلیٰ حضرت

ترتیب : مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی

تحقیق ونظر ثانی : مفتی محمد عابد رضا برکاتی مصباحی

معاون مرتب : مفتی محمد حسّان رضا تیغی مصباحی

پروف ریڈنگ : طلبۂ تخصص فی الفقہ، جامعہ عبداللہ بن مسعود (کولکاتا)

بموقع : جشن صد سالہ، ۱۰۰ر واں عرس اعلیٰ حضرت

۲۵ر صفرالمظفر ۱۴۴۰ھ / ۴ر نومبر ۲۰۱۸ء

صفحات : ۱۶۰

تعداد : گیارہ سو

قیمت : ۱۰۰

For Contact:

JAMIA ABDULLAH BIN MASOOD

92 West Chowbhaga, Gulshan Colony, Kolkata-700100

Mobile: 9433295643,9163146766 | www.jabm.co.in

E-mail:jamia092@gmail.com|maqalam095@gmail.com

فہرست مضامین

محترم قارئین! زیر نظر کتاب منتخبات فتاویٰ رضویہ الموسوم بہ ”فتاویٰ اعلیٰ حضرت“ جو ۱۰۰/ مسائل شریعہ کا مجموعہ ہے جسے اعلیٰ حضرت کے سوواں عرس کے موقع پر ”جشن صد سالہ“ کی مناسبت سے شائع کی گئی ہے۔ اس کی تربیت وتخریج اور اصل کتاب سے مقابلہ اور پروف ریڈنگ میں پوری کوششیں کی گئی ہیں کہ کہیں کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ پھر بھی بتقاضاے بشری کہیں بھی کوئی کمی رہ گئی ہو تو ازراہِ نوازش ہمیں باخبر کریں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کرلی جائے۔

خراج عقیدت

بہ بارگاہ امام اہل سنت، مجدد دین وملت، اعلی حضرت
امام احمد رضا خان قادری برکاتی قدس سرہ

و

استاذ العلماء، جلالۃ العلم، ابوالفیض **حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز** محدث
مرآدابادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

و

جد طریقت، شہباز ولایت، شاہکار رشد وہدایت، کنز کرامت
حضور سیدی الحاج الشاہ محمد تیغ علی سرکار سرکاہی علیہ الرحمۃ

و

سیدی وسندی وماوائی وملجائی جلالۃ الارشاد شیخ طریقت گنجینۂ کرامت
حضرت الحاج الشاہ محمد نمازی تیغی قادری علیہ الرحمۃ

و

مخدوم گرامی پیر لاثانی جلالۃ الہدایۃ
حضرت صوفی الحاج الشاہ **محمد عبدالغفار نمازی تیغی قادری** دامت برکاتہم العالیہ

شرف انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے محترم ومعظم والدین کریمین
محمد اسرائیل قادری وزہرا خاتون زادہما اللہ مجدا وشرفا اور **جملہ اساتذۂ کرام** کی ذوات
قدسیہ سے منسوب کرتا ہوں۔

محمد رحمت علی تیغی قادری مصباحی

پیش لفظ

مجدد دین وملت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ محدث بریلوی کا سوواں عرس ہونے والا ہے ۱۳۴۰ھ کے ماہ صفر کی ۲۵؍ تاریخ کو آپ کا وصال پر ملال ہوا تھا۔ یہ ۱۴۴۰ھ ہے صفر کی ۲۵؍ تاریخ کو "شہر بریلی" عشاق اور دیوانوں کے سیلاب سے جل تھل ہونے والا ہے۔ پوری دنیا سے عوام وخواص کا عظیم جتھا ۲۲؍ صفر یا اس سے پہلے ہی بریلی شریف پہنچنے والا ہے، امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت کی نگری میں عشق ومحبت کا جام چھلکنے والا ہے۔

پاک وہند کے علاوہ دنیا کے دیگر ممالک کے دینی مدارس اور تنظیمیں بہت پہلے سے حرکت میں آئی ہوئی ہیں اور اپنی اپنی بساط اور صلاحیت کے مطابق اپنے امام کی بارگاہ میں کچھ نہ کچھ تحفے اور ہدایا لے کر ہی عشاق حاضر دربار ہوں گے۔ چادر، پھول، خوشبو، مزارات اولیاء اللہ وعلما پر ڈالنا تو عام سی بات ہے۔ اور یہ بھی فائدے سے خالی نہیں۔ اگر چہ چادر پر چادر مزار پر ڈالنا ظاہری نظر میں لاحاصل ہے خود امام عشق ومحبت نے بھی اس سے منع فرمایا ہے لیکن غور کیا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس عمل میں اللہ والوں سے عقیدت کی پختگی کا راز مضمر ہے، اور مردان خدا کی عقیدت اپنے اندر ہزار ہا سعادتیں رکھتی ہے۔ نظر اٹھا کر دیکھا جائے تو یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں اولیاء اللہ کی عقیدت ہے وہی لوگ رسولان عظام کی بارگاہوں کے ادب شناس اور تعظیم وتکریم کے جلووں سے مالا مال ہیں۔ اہانت رسالت پناہی اور گستاخی وبے ادبی انبیاے کرام سے محفوظ ہیں۔ ورنہ جو اولیاے کرام کا گستاخ ہے وہ ضرور انبیا علیہم السلام کا بھی گستاخ ہے اور جو انبیا علیہم السلام کا گستاخ وبے ادب ہے وہ بارگاہ خدا کا بھی گستاخ اور بے ادب ہے۔ اولیاے کرام کی عقیدت کی علامات اور نشانیوں میں سے ان کی بارگاہوں میں نذر ونیاز اور خوشبو وغیرہ پیش کرنا ہے لہذا ایسے کاموں سے عوام کو منع نہیں کیا جائے تو بہتر ہے۔

البتہ خواص یعنی علما وفضلا اور مشائخین دین وملت کو چاہیے کہ عوامی سطح سے اوپر

اٹھ کر بزرگوں کی بارگاہوں میں کچھ ایسے تحفے اور نذرانے پیش کریں جن کی افادیت پائدار اور ہمہ گیر ہو۔ یعنی حالات حاضرہ کی متقاضی دینی وعلمی کچھ ایسی کارگزاریاں ہوں جن سے قوم وملت کی فلاح اور ایمان و اعمال کی اصلاح کا فریضہ انجام پائے۔ اور صاحب عرس کی دینی و علمی خدمات کو صفحات قرطاس پر اتار کر اقوام عالم کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور ان کی تعلیمات کو گھر گھر تک پہچایا جائے اور آنے والی نسلوں کے ایمان و عقاید کی حفاظت کی راہیں استوار کی جائیں۔

ان سب امور کے لیے پرنٹ مڈیا کے ساتھ شرع شریف کے دائرے میں رہ کر الیکٹرانک میڈیا اور قدیم ذرائع ابلاغ و اشاعت کے ساتھ جدید وسائل کا سہارا لیا جائے تاکہ ہم مخالفین و معاندین کے گمراہ کن، ایمان شکن، عقیدت کُش یلغاروں اور حملوں سے مسلمانوں اور آنے والی نسلوں کو بچا سکیں۔

بڑی مبارک بادی کے مستحق ہیں ملک و غیر ملک کے ارباب لوح قلم جنھوں نے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے **"عرس صد سالہ"** کے موقع پر نئی نئی جہتوں اور نوع بہ نوع ہم آہنگیوں کے ساتھ ہزاروں صفحات پر مشتمل نمرات اور امام اہل سنت کے کارناموں کے اہم گوشوں پر نئی نئی تحریریں، بطور ہدایا و تحائف معرض وجود اور منصۂ شہود پر لا رہے ہیں جو بلا شبہ لائق صد تحسین اور قابل ہزار رشک اقدام ہے۔

اس سلسلہ کی ایک کڑی جامعہ عبد اللہ بن مسعود گلشن کالونی، پنچنو گرام کولکاتا ۱۰۰، ملحقہ دار العلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، نوری مسجد، تلجلا روڈ، کولکاتا، کی اشاعتی تنظیم **"مجلس اصحاب قلم"** کی جانب سے صد سالہ عرس کی مناسبت سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے ذخائر فتاویٰ سے چیدہ اور منتخب ایک سو (۱۰۰) مسائل شرعیہ کا مجموعہ بنام **"فتاویٰ اعلیٰ حضرت"** اپنے امام کی بارگاہ میں ہدیہ و تحفہ کے بطور پیش کرنے کی سعادتیں حاصل کر رہا ہے۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فتاویٰ اعلیٰ حضرت پر اگر کام کیا جائے تو ہزاروں صفحات بھی کم پڑ جائیں گے کیوں کہ اس میں بڑی وسعتیں ہیں اور وقت کی ضرورت بھی لیکن وقت قلیل اور کار کثیر کی بنیاد پر کوئی بڑا تحقیقی کام نہیں ہو سکا بس انگلی کٹا کے شہیدوں کے زمرے میں شامل ہونے کے مترادف

مختصر وقت میں چھوٹا کام سرانجام دیا گیا۔ صرف ۱۰/ ابواب قائم کیے گیے اس مناسبت سے کہ امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت کی ولادت کی تاریخ ۱۰/ شوال المکرم ہے۔ اور ہر باب میں صرف ۱۰/۱۰ مسائل لیے گیے کہ مجموعہ ۱۰۰/ ہو جائے کہ یہ سواں عرس سراپا قدس ہے۔

میرا مقصد ہے کہ امام اہل سنت کی تعلیمات اور آپ کی اعتقادی و عملی اصلاحات سے عوام کو روشناس کرایا جائے۔ آج لوگوں کے پاس کتابیں پڑھنے کا نہ وقت ہے نہ ذوق وہ بھی ضخیم اور موٹی کتابیں۔ جہان امام اعظم اور عرفان ملک العلماء ہمارے ادارے سے شائع کی گئیں لیکن جتنی دلچسپی سے لوگوں کو لینا چاہیے عوام تو عوام خواص میں بھی وہ دلچسپی اور رغبت نہیں پائی جاتی ہے حالاں کہ اس طرح کی تاریخی اور معلوماتی دستاویز گھر گھر میں ہونے چاہییں اور اس میں خاص کر علما کا رول ہونا چاہیے۔ مساجد کے ائمہ اور مدارس کے علما اگر چاہ لیں کے گھر گھر میں سنی لیٹریچرس پہنچ جائیں اور لوگوں میں مطالعہ کا ذوق پیدا ہو تو جمعہ کی تقاریر اور نجی ملاقاتوں اور ترغیبی گفتگو کے ذریعہ فرزندان اسلام کے اذہان و قلوب میں اس کی اہمیت اور ضرورت کو رچا اور بسا سکتے ہیں۔ اور اس کا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ گھر گھر میں ہمارے علمائے اہل سنت کی کتابیں ہوں گی۔ لوگ ان کا مطالعہ کریں گے۔ مردوں کے ساتھ خواتین اور بڑے بزرگوں کے ساتھ نوجوان اور بچے بھی الٹ پلٹ کے ان کے مشتملات اور مندراجات پر نظر ڈالیں گے۔ تو کچھ نہ کچھ ان کے علم میں اضافہ ہوگا۔ اور مخالفین و معاہدین کے گمراہ کن اعتراضات و سوالات کا جواب دے سکیں گے۔ اور کم سے کم مواقف و معمولات اہل سنت پر مطمئن تو رہیں گے۔

بہر حال تمام علما اور ائمہ مساجد سے پر خلوص گزارش ہے کہ جہاں آپ ٹیوشن، قرآن خوانی اور دکان و مکان میں سورۂ بقرہ شریف وغیرہ کی تلاوتوں سے ضرورت مندوں کی ضرورتیں اور حاجتیں پوری کرتے ہیں، لوگوں کے دکان و مکان میں برکتیں پہنچاتے ہیں اور گھروں اور کارخانوں سے جن جنات اور بھوت شیطان کو بھگاتے ہیں، اور اس میں آپ بھی بھلا پاتے ہیں، اچھی بات ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ اس میں اشاعت سنیت اور ترویج مسلک اعلیٰ حضرت کے عظیم الشان فریضہ اور وقت کی اہم ضرورت کو بھی شامل فرمالیں۔ اور چلتے پھرتے لوگوں کو ٹیوشن اور قرآن خوانی کے بہانے علم دین حاصل کرنے اور علمائے اہل سنت

کے کتب و رسائل کے مطالعہ کی ترغیب دیتے رہیں۔ اور علماے اہل سنت کی کتابیں رسالے اور کتابچے انھیں سے خرچ لے کر منگوا کر ان کو پڑھوائیں اور پڑھنے کی ترغیب دیں۔

قصہ مختصر یہ کہ بحمدہ تبارک و تعالیٰ سال رواں ایک یادگار سال ہے عاشقان رسول، محبان غوث و خواجہ و رضا رحمۃ اللہ علیہم کے لیے ایک یادگار سال ہے، اس لیے کہ سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت عاشق رسول کے وصال کے سو سال پورے ہوئے اور ان کا صد سالہ عرس بڑی شان و شوکت کے ساتھ پوری دنیا میں منایا جارہا ہے۔

رب قدیر تمام عشاق زائرین کی حاضریوں، نذروں اور عقیدت و محبت کے خراجوں کو قبول فرمائے۔ اور فیوضات و برکات اعلیٰ حضرت و خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے مالامال فرمائے۔ آمین

اخیر میں دل کی گہرائیوں کے ساتھ میں شکر گذار ہوں ان لوگوں کا جن کے تعاون سے خواہ ترتیب و تخریج میں ہاتھ بٹا کر، خواہ اخراجات میں شامل ہو کر یہ رسالہ منظر عام پر آیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ استاذ مکرم مفتی معظم حضرت علامہ مولانا محمد قمر الحسن قادری مصباحی بستوی دامت برکاتہم القدسیہ (امریکہ)، اور محب گرامی حضرت علامہ طارق انور مصباحی (کیرلا)، اور رفیق محترم حضرت علامہ مفتی محمد عابد رضا مصباحی، (استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود)، و عزیز گرامی فرزند ارجمند مفتی محمد حسان رضا مصباحی سلمہ و دیگر اساتذۂ کرام و طلبۂ اختصاص فی الفقہ جامعہ ہذا، جنھوں نے مفید مشوروں نیز ترتیب و تہذیب اور پروف ریڈنگ وغیرہ میں بھرپور ساتھ دیا۔ رب قدیر ان سب کو کونین کی شادمانی سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فقط

محمد رحمت علی تیغی قادری مصباحی

جامعہ عبداللہ بن مسعود و دارالعلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، کولکاتا

۱۵؍ نومبر ۲۰۱۸ء

کلمات تحسین

از–علامہ مفتی محمد قمرالحسن بستوی مصباحی (امریکہ)

امام اہل سنت، مجدد اعظم سیدنا الکریم امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے "صد سالہ عرس" کی تقریبات پوری دنیا میں احترام وعقیدت اور تزک واحتشام کے ساتھ منعقد کی جارہی ہیں، گویا کہ ۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۸ء یہ امام احمد رضا کا سال ہے۔اہل علم سیمینار و کانفرنس منعقد کرکے ان کے شہ پاروں کو منظر عام پر لارہے ہیں اور ان کے تفوق علمی کی مزید نئی جہتیں تلاش کی جارہی ہیں، اسی کاروانِ عشاق کے ایک راہ رو عزیز و محب مولانا مفتی محمد رحمت علی مصباحی سلمہ و حفظہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں۔انھوں نے بھی امام اہل سنت کے علمی میدان ہی کو منتخب فرمایا اور علمی تجسس و تحقیق میں لگ گئے۔ظاہر سی بات ہے کہ ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے اس سے بہتر اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟ انھوں نے زندگی بھر علم کو فروغ دیا اور اسلام کی آبیاری فرمائی۔ تو ان کی بارگاہ میں وہی چیز نذر کی جائے جو انھیں پسند تھی، اس لیے اہل علم ان کے ہی راستے پر چل کر ان کا دن منارہے ہیں۔امام احمد رضا پر پوری دنیا میں بڑی تیزی سے کام ہورہا ہے۔ایک قول کے مطابق اب تک ان پر پچاس تحقیقی مقالے یعنی پی۔ایچ۔ڈی ہو چکی ہیں۔مگر شخصیت کی جامعیت کا حال یہ ہے کہ:ع

ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

عجب کمال یہ کہ آپ کی شخصیت کی جتنی ہی تہیں اکھڑتی ہیں تو ایک عظیم جوہر اس کے بعد نظر آتا ہے، خدا جانے کہ ان کے وجود میں کیا کیا نہ تھا۔ منقولات میں تو آپ بصیرت کاملہ اور مہارت تامہ رکھتے ہی تھے اس لیے اس میں آپ کی ہمہ گیریت تو سمجھ میں آتی ہے مگر معقولات (علوم عقلیہ) جن سے آپ کا کوئی تعلق نہ تھا، اس کا حال یہ ہے:

یک چراغے است دریں خانہ کہ از پرتو آں   ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

فقہیات، قرآنیات، احادیث، اصول، تفاسیر، فرائض و میراث وغیرہ وغیرہ میں تو یدطولیٰ تھا ہی حد یہ ہے کہ ریاضیات، طبعیات، معاشیات، اقتصادیات، فلکیات وغیرہ میں بھی اوج کمال پر نظر آتے ہیں۔ مگر امام احمد رضا نے علوم عقلیہ کو نقل کا جامہ پہنا کر ان کو بھی اسلامی تشخص عطا کر دیا۔ البیرونی، خوارزمی، ابن ہیثم، ابن رشد، فارابی، ابن سینا، المسعودی وغیرہ یہ اپنے اپنے فن تک محدود تھے، مگر امام احمد رضا کی عبقریت کا حال یہ ہے کہ وہ ہر فن میں یکتائے روزگار ہیں۔ نیوٹن، آئن اسٹائن، البرٹ پورٹا وغیرہ نے برسوں تحقیق کی تو کسی کو کشش ثقل کا پتہ چلا، کسی کو سیّاروں کے بارے میں علم ہوا، کسی نے کچھ، کسی نے کچھ تحقیقات پیش کیں۔ مگر قربان امام احمد رضا کی ہمہ گیری اور ہمہ جہتی پر کہ ایک طرف یہ ہے کہ:

نہ مرانوش ز تحسیں نہ مرانیش زطعن نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد درو ے جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

جب کہ دوسری طرف یہ کہ علم ایسا جو بحر مواج کی طرح ابل رہا ہے، اور نگاہیں شگفتہ ہیں۔ کسی فن کے مبادیات جان لینا اور بات ہے، مگر اس میں تصانیف یادگار چھوڑنا یہ دوسری بات ہے۔ تصانیف وہی چھوڑے گا جو اس فن میں ید طولیٰ رکھتا ہو، فن کے جملہ احوال و کوائف سے آگاہ ہو، تب وہ قلم اٹھا سکتا ہے اور کوئی کتاب اس سے معرض وجود میں آسکتی ہے۔ مگر امام احمد رضا نے ہر اس فن میں کتابیں تصانیف فرمائیں، جس کو آپ نے کسی سے سیکھا نہیں تھا، بلکہ وہ ان کا علم لدنی تھا۔ ان کے تلامذہ اپنے دور کے نابغۂ روزگار ہوے تو پھر امام موصوف کا رتبہ کیا ہے؟ اس کو سوچا جا سکتا ہے۔

زیر نظر کتاب "فتاویٰ اعلیٰ حضرت" وقت کی ضرورت ہے۔ اس کے تقریبًا ۱۶۰/ صفحات میں مولانا محمد رحمت علی صاحب نے منتخب عناوین اور مسائل کو ذکر کیا ہے، جو ابواب اس میں شامل ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) عقائد (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) روزہ (۵) حج (۶) نکاح (۷) طلاق (۸) وقف (۹) خرید و فروخت (۱۰) حظر و اباحت۔

ان ابواب میں خصوصًا ان مسائل کو جگہ دی گئی ہے جو ایک بندۂ مومن کی زندگی میں

کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ نیز بعض حالتوں میں کم علمی یا لاعلمی سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے مگر اس کو اس کی خبر نہیں ہو پاتی۔ اہم مسائل کا یہ نچوڑ ہے۔ کم صفحات کی کتابیں قاری ایک دو نشست میں ختم کر لیتا ہے جب کہ ضخیم کتابوں کے لیے اس کو وقت نکالنا پڑتا ہے۔

مولانا محمد رحمت علی مصباحی صاحب نے بڑے خاص مسائل کو اس میں جگہ دی ہے۔ بطور نمونہ ان مسائل پر نظر ڈالنے سے اصلاح کا عظیم پہلو ابھر کر سامنے آتا ہے، مثلاً درج ذیل مسائل دیکھیے:

- عقائد کے باب میں، مسئلہ: ۹
- نماز کے باب میں، مسئلہ: ۱۴
- حج کے باب میں، مسئلہ: ۵۰
- نکاح کے باب میں، مسئلہ: ۶۰
- حظر واباحت کے باب-میں، مسئلہ: ۹۱

اسی طرح پوری کتاب ہے۔ خدا کرے ان کی کاوش قبول بارگاہ رضا ہو اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف لوگوں کی رغبت فرمائیں اور لوگ اس سے اصلاح قبول فرمائیں۔

مولانا محمد رحمت علی مصباحی فارغین میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ پڑھنے لکھنے کا شوق بھی خوب ہے۔ امید ہے کہ مستقبل میں یہ ایک نمائندہ شخصیت ثابت ہوں گے۔ اللہ امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا فیض جاری فرمائے اور بادہ کشان رضویت کو اس کتاب سے نور قلب عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد قمر الحسن قادری غفرلہ

خادم دار الافتاء وامام مسجد النور، مرکز، ہوسٹن
و چیرمین رویت ہلال کمیٹی آف نارتھ امریکہ
و بانی بزم حسان انٹرنیشنل نعت اکیڈمی، ہوسٹن

مورخہ
۷ر صفر المظفر ۱۴۴۰ھ
۱۷ر اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ

اعلیٰ حضرت کے سو فتاوی کا انتخاب

از- حضرت علامہ طارق انور مصباحی صاحب قبلہ
مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت، دہلی [و] استاذ: جامعہ سعدیہ عربیہ، کاسرگوڈ (کیرلا)

مفتی قوم وملت، پیر طریقت حضرت علامہ مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی، بانی: جامعہ عبداللہ بن مسعود (کولکاتا) عہد حاضر میں اسلاف کرام کی ایک روشن یادگار ہیں۔ ماضی قریب میں حضور مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمن عباسی، رئیس اعظم اڑیسہ (۱۳۲۲ھ- ۱۴۰۱ھ/ مطابق ۱۹۰۹ء-۱۹۸۱ء) نے قوم کو دینی خدمات کے ساتھ مختلف محاذ پر قوم مسلم کی سماجی وسیاسی خدمت کرنے کا جذبہ اور طریق کار بتایا۔

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری (۱۹۲۵ء-۲۰۰۲ء) اور پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی (۱۹۲۲ء-۱۹۹۰ء) انھیں کے تربیت یافتہ سپاہی تھے۔ ان دونوں مشہور روزگار ہستیوں نے بھی تعلیمی وتصنیفی، تبلیغی واشاعتی، تعمیری و تحریکی، سیاسی وسماجی خدمات انجام دیں۔ حضرت مفتی رحمت علی تیغی مصباحی زاد اللہ تعالیٰ فضلہ کو بھی میں نے ان بزرگوں کی طرح مختلف میدانوں میں خدمات انجام دیتے دیکھا۔

مولانا موصوف نے علماے اہل سنت کی متعدّد تصانیف بھی شائع فرمائی ہیں۔ اشاعتی خدمات ہی کا ایک سنہرا حصہ موجودہ کتاب ہے۔ اس میں مختلف موضوعات پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ء) کے سو فتاوی جمع کردیے ہیں، تاکہ "عرس صدسالہ" کے موقع پر امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی احسان شناسی کی ایک یادگار ہوجائے، اور قوم کو بھی ایک علمی تحفہ دیا جاسکے۔

اپنے لیے ہر کوئی محنت ومشقت اور جہد و کاوش کرتا ہے۔ ہاں، وہ لوگ اللہ کی جانب سے توفیق یافتہ ہوتے ہیں جو اسلام کی سربلندی کے لیے تگ ودو کرتے ہیں۔ اگر اسی طرح ہرچہار جانب سے علمائے اہل سنت، فروغ دین وسنت کے لیے مختلف محاذ پر کام کا آغاز فرمادیں تو ملک بھر کا نقشہ ہی بدل جائے۔ غیروں نے عقل وہوش کو استعمال کرتے ہوے انتہائی منصوبہ بندی کے ساتھ کام شروع کیا اور وہ باطل ہوکر بھی کامیاب ہوئے۔ ہم حق پر رہتے ہوئے بھی دست بداماں رہے، اور ہماری تعداد میں حد درجہ انحطاط نظر آنے لگا۔ آج بھی سنبھلنے کا وقت ہے۔ ہم سواد اعظم ہوکر بھی ملک ہند میں قلیل التعداد ہوتے جارہے ہیں۔ آج سے ساٹھ ستر سال قبل ہماری تعداد کیا تھی اور آج کیا ہے؟

محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد اشرفی (۱۳۱۱ھ-۱۳۸۱ھ-۱۸۹۴ء-۱۹۶۱ء) تلمیذ امام احمد رضا قادری نے آل انڈیا سنی کانفرنس (مرادآباد) منعقدہ مارچ ۱۹۲۵ء میں فرمایا: ''آل انڈیا سنی کانفرنس کے لیے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب ہم کو یہ پتہ چلا کہ ہم تو دس کروڑ مدعیان اسلام میں سے نو کروڑ ہیں''۔ (خطبات علماے اہل سنت، ج:۱، ص: ۶۲ - برکاتی کتاب گھر بریلی شریف)

کیا آج بھی ہم نوے فیصد ہیں؟ شاید ہم اپنے بہت سے علاقوں کا تحفظ نہ کر سکے۔ ہم نے خود کو کچھ ایسے امور میں مشغول کرلیا کہ فروغ سنیت کی جانب ہم توجہ نہ دے سکے، نیز یہ کہ جن کے پاس وسائل مہیا ہیں، وہ فروغ دین وسنیت کے جذبات سے عاری ہیں اور جو حوصلہ مند خدام دین ہیں، ان کے پاس وسائل کی قلت ہے۔ یہ بھی ہمارے لیے ایک امتحان وآزمائش ہے۔ ارباب ثروت کو چاہیے کہ جو لوگ دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، ان کے دست وبازو بنیں اور ان کے منصوبوں کو تقویت پہنچائیں: لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا.

یہ ایک سچی حقیقت ہے کہ حضرت مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی دامت فیوضہم میں بھی اسلاف کرام کی طرح خدمت دین وفروغ اسلام وسنت کا جذبہ وحوصلہ پایا جاتا ہے۔ان تمام خوبیوں کے ساتھ آپ انتہائی متواضع اور طبعاً منکسر المزاج واقع ہوے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو توفیق حسن عطا فرمائے اور ان کے لیے خدمت اسلام کے وسائل و ذرائع مہیا فرمادے۔آمین بجاہ النبی الأمین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وأصحابہ وعلماء ملتہ وأولیاء أمتہ أجمعین برحمتك یاأرحم الراحمین

طارق انور مصباحی

مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی)،

استاذ: جامعہ سعدیہ عربیہ (کاسرگوڈ: کیرلا)

۷/صفر المظفر ۱۴۴۰ھ

مطابق ۱۷/اکتوبر ۲۰۱۸ء

تأثر قلبی

از- حضرت علامہ مفتی دلدار عالم مصباحی دام ظلہ العالی
استاذ- دار العلوم ضیاء الاسلام، ٹکیہ پاڑہ (ہوڑہ)

ان دنوں جب کہ پورا عالم اسلام محسن اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صد سالہ عرس مقدس کے موقع پر آپ کی بارگاہ عالی میں مختلف طریقوں سے خراج عقیدت پیش کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہے، شہر کولکاتا میں واقع اہل سنت کے نمائندہ ادارہ جامعہ عبداللہ بن مسعود کے مہتمم اور روح رواں حضرت مفتی رحمت علی مصباحی نے بھی آپ کی علمی و عبقری بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے آپ کے فتاوی میں سے سو منتخب فتاوی کو جو عقائد و اعمال کے اصلاحی مواد پر مشتمل ہیں کتابی شکل میں ترتیب دے کر عوام الناس کے سامنے لانے کا شاندار کارنامہ انجام دیا ہے۔ موصوف گرامی کا یہ پہلا اشاعتی کارنامہ نہیں ہے اس سے قبل بھی آپ نے سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی شخصیات پر ضخیم نمبرات شائع فرما کر قابل تحسین کارنامہ انجام دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ذات والا صفات کا مشن فروغ علم دین اور اصلاح عقائد و اعمال تھا اور اس سلسلہ میں آپ کی شخصیت کس قدر مخلص و حساس تھی آپ کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے والا اس بات سے بخوبی واقفیت رکھتا ہے۔

محب گرامی حضرت مفتی رحمت علی مصباحی صاحب نے ادارہ کے انتظامی امور میں بے پناہ مصروف کار ہونے کے باوجود حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس صد سالہ کے موقع پر سو فتاوی پر مشتمل مجموعۂ فتاوی بنام "فتاوی اعلیٰ حضرت" شائع فرما کر صاحب عرس کے مشن کو جاری رکھنے کی شاندار کوشش کی ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موصوف کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور عوام الناس کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد دلدار عالم مصباحی
۲۶/ اکتوبر ۲۰۱۸ء

تقدیم

از- حضرت علامہ مفتی محمد عابد رضا برکاتی مصباحی دام ظلہ
استاذ: جامعہ عبد اللہ بن مسعود، گلشن کالونی، کولکاتا

سیدنا اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ چودہویں صدی ہجری کے ایک جلیل القدر، جامع الصفات، ہمہ گیر اور ممتاز ترین عالم ربانی ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں جامع منقولات ومعقولات، علوم وفنون میں بحر ذخار اور تمام علوم اسلامیہ عقلیہ ونقلیہ اور اکثر علوم عصریہ قدیمہ وجدیدہ میں ماہر وکامل ہیں۔ علم وفضل کے آفتاب عالم تاب، بلکہ مرکز دائرۂ معارف ہیں، جن کی ضیا پاشیوں سے مشرق تا مغرب منور ہو گیا، اور جن کی تحقیق وتدقیق، بصیرت ومعرفت اور علوم اسلامی خصوصاً فقہ وحدیث میں کامل دسترس دیکھ کر حرمین طیبین زادھما اللہ شرفاً و فضلاً کے علمائے ذوی الفضیلۃ نے خراج عقیدت ومحبت پیش فرمایا۔ صرف علم وفضل ہی نہیں، بلکہ معرفت وطریقت، تصوف وسلوک اور عشق وعرفان کے ایسے بدر کامل ہیں، جن کی ذات اور علمی وروحانی نقوش سے ہمیشہ اہل حق، خدا و رسول کی راہ پاتے رہیں گے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات اور احوال و مآثر کا ہر رخ اتنا زریں ہے کہ اس عظیم عالم ربانی کو جس سمت سے معاینہ و مطالعہ کیا جائے اور جس پہلو سے جانچا و پرکھا جائے، ہر طرف روشنی ہی روشنی اور چاندنی ہی چاندنی نظر آتی ہے۔

ان کی شخصیت اتنی تہ دار، اور شخصیت میں اتنے کمالات ملفوف ہیں کہ ۱۴۴۰ھ میں اس عظیم عالم ربانی کے وصال کو سو سال مکمل ہو رہے ہیں، لیکن مکمل ایک صدی میں بھی شخصیت کے تمام پہلو کا بیان نہیں ہو پایا اور نہ ہی تمام خدمات اور کارنامے قوم وملت کے سامنے آسکے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو تقریباً پچپن علوم و فنون میں مہارت حاصل تھی، اور ہر فن میں آپ کے وقیع اور گراں قدر کتب و رسائل موجود ہیں۔ اور یہ تصانیف زبردست علمی افادات اور بیش قیمت تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل ہیں، آپ کے یہ کتب و رسائل، آپ کی وسعت مطالعہ، دقت فکر و نظر، رسوخ علم و فن، استحضار مآخذ و مصادر، اور کمال مہارت و عبقریت پر بہترین شاہد عدل ہیں۔ آپ کے علمی جواہر پاروں میں ایک ممتاز اور گراں قدر نام "فتاویٰ رضویہ" ہے، جس کا پورا نام "العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ" ہے۔

فتاویٰ رضویہ اصل متن بارہ جلدوں پر مشتمل ہے، اور عربی عبارت کے ترجمے اور تخریج کے ساتھ ۳۲ر جلدوں میں اس کی اشاعت ہوئی ہے، جس میں فتاویٰ کے علاوہ بہت سے بیش قیمت رسائل بھی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہر طرح کے مسائل کے جوابات ہیں، اور سائل نے جس انداز سے سوال کیا ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسی انداز میں جواب بھی عطا فرمایا ہے، کہیں مختصر، آسان اور نفس جواب پر اقتصار فرمایا ہے تو کہیں محققانہ انداز میں تمام متعلقات کے ساتھ مباحث کی تحقیق انیق بھی پیش فرمائی ہے۔

فتاویٰ رضویہ علوم و معارف کا ایک جہان اور تحقیقات و تدقیقات کا ایک بحر بے کراں ہے، جس میں فکر انگیز تحقیقات کے حسین جلوے، دلیل طلب احکام کے لیے قرآن کریم و احادیث نبویہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ سے دلائل و براہین کی فراہمی، معتمد فقہی کتب سے جزئیات کی فراوانی اور حوالوں کی کثرت و بہتات، کھلی کتاب کی طرح مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

کسی مقام پر مسائل کے مفتی بہ ہونے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہوتا ہے تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ تمام مباحث کو نقل کرنے کے بعد، محققانہ انداز میں مجتہدانہ بصیرت سے دونوں اقوال میں تطبیق دیتے ہیں یا اصول مذہب حنفی اور قواعد فقہ کی روشنی میں شواہد کے ساتھ کسی ایک کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اما احمد رضا قدس سرہ کے فقہی تبحر و وسعت نظر، اور فتاویٰ رضویہ کی عبقریت کا اعتراف اپنوں نے بھی کیا ہے اور امام احمد رضا قدس سرہ کے نظریاتی مخالفین نے بھی کیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ کی اسی عظمت و جامعیت کی بنیاد پر عوام تو عوام ، بہت سارے

علماے کرام بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علمی مباحث اور نفیس تحقیقات کو سمجھنے سے قاصر ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے کتب ورسائل کو عام اور سہل انداز میں، جدید تحقیق وتخریج کے ساتھ پیش کیا جائے اور فتاویٰ رضویہ سے منتخب کرکے عوام کے متعلق ضروری اور اہم مسائل کو آسان اسلوب میں شائع کیا جائے۔ میری معلومات کے مطابق فتاوی رضویہ سے منتخب مسائل کا ایک مجموعہ "تلخیص فتاوی رضویہ" کے نام سے اکبر بک سیلز اردو بازار، لاہور، پاکستان سے ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا ہے، جس کے مرتب ومؤلف فاضل جلیل مولانا محمد اسد قادری ہیں۔

ہندوستان میں اس کی پہلی کڑی "منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ" ہے، جس کے مرتب گرامی وقار ماہر رضویات حضرت مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد، نائب قاضی ادارۂ شرعیہ پٹنہ بہار ہیں۔ اور دوسری کڑی یہی "فتاویٰ اعلیٰ حضرت" ہے، جس کو فاضل جلیل عالم باعمل حضرت علامہ مفتی محمد رحمت علی قادری تیغی مصباحی، بانی وسربراہ اعلیٰ جامعہ عبد اللہ بن مسعود، کولکاتا نے حسین وضع میں ترتیب دیا ہے۔

شہر کولکاتا میں جن چند علماے کرام کے کارنامے اور خدمات زمینی سطح پر نظر آتے ہیں، ان میں ایک گراں قدر نام مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی کا ہے۔ درس نظامی کی تعلیم کے لیے وسیع وعریض زمین پر جامعہ عبداللہ بن مسعود، اور حفظ وقراءت کی تعلیم کے لیے دارالعلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، تلجلا روڈ، اور کئی مساجد کا قیام آپ کی اہم خدمات ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے یہ مجموعہ بڑی محنت اور عرق ریزی سے مرتب فرمایا ہے، اس میں دس ابواب، اور ہر باب میں دس دس مسائل ہیں۔ یہ کتاب انتہائی مفید اور معلومات افزا ہے، عبادات و معاملات کے ضروری مسائل فقہی جزئیات و شواہد کے ساتھ موجود ہیں، علماے کرام اور عوام دونوں اس سے فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔

۱۴۴۰ھ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے وصال کو سو سال مکمل ہورہے ہیں۔ اکثر ممالک میں علماے کرام اور عقیدت مندان، سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی یاد منا رہے ہیں، جس کے سبب دنیا کا گوشہ گوشہ ذکر رضا، فکر رضا اور یاد رضا سے معمور ہورہا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی شخصیت، احوال و آثار اور افکار و

نظریات پر کہیں کتابیں لکھی جارہی ہیں، کہیں خاص نمبر نکالے جارہے ہیں اور کہیں آپ کی تصانیف پر کام ہو رہا ہے۔ ہر عقیدت مند اپنے اپنے طور پر امام اہل سنت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور اسے اپنی سعادت کی معراج سمجھ رہا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی مرتبہ " فتاویٰ اعلیٰ حضرت" بھی اپنے امام اور محسن کی بارگاہ میں خراج عقیدت و محبت کی ایک کڑی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی قبر انور پر رحمت و مغفرت کی جھما جھم بارش برسائے اور حضرت مفتی صاحب اور ہم علمائے اہل سنت کو اعلیٰ حضرت کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے، اور زیادہ سے زیادہ خدمات دینیہ کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ و اٰلہ و اصحابہ و ازواجہ وسلم.

محمد عابد رضا برکاتی مصباحی

استاذ جامعہ عبد اللہ بن مسعود، کولکاتا
و صدر المدرسین دار العلوم سدرۃ المنتہیٰ، کولکاتا
و خطیب و امام جامع مسجد، ۳۹/ رائڈ اسٹریٹ، کولکاتا
موبائل نمبر: 9631166347

مورخہ
۱۵/ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ
۲۵/ اکتوبر ۲۰۱۸ء

اعلیٰ حضرت–ایک نظر میں

از–مولانا قمرالدین رضوی مصباحی
استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود، کولکاتا [و] رکن مجلس علماے اسلام مغربی بنگال

اسم گرامی: "محمد" ، تاریخی نام: "المختار"، اور جد امجد مولانا شاہ رضا علی خان نے "احمد رضا" رکھا۔

ولادت: ۱۰/ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ / مطابق ۱۴/ جون ۱۸۵۶ء، بروز جمعہ بوقت ظہر، بمقام محلہ جسولی، بریلی شریف (یوپی) میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: ۴/ سال کی عمر میں ناظرہ قرآن کریم مکمل کیا۔ ۶/ سال کی عمر میں میلاد شریف کے موضوع پر ایک بڑے مجمع کے سامنے مدلل تقریر فرمائی۔ ۸/ سال کی عمر میں ہدایۃ النحو کی عربی شرح لکھی۔

آپ نے اپنے والد ماجد علامہ نقی علی خان سے ۲۱/ علوم و فنون حاصل کیے۔

فراغت: ۱۳/ برس ۱۰/ ماہ ۵/ دن کی عمر میں ۱۴/ شعبان ۱۲۸۶ھ / مطابق ۱۹/ نومبر ۱۸۶۹ء کو فراغت حاصل کی اور اسی دن رضاعت سے متعلق ایک فتوی لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا لہٰذا اسی وقت والد ماجد نے فتوی نویسی کی عظیم الشان خدمت آپ کے سپرد کی۔

اساتذہ: مرزا غلام قادر بیگ، والد ماجد علامہ نقی علی خان، حضرت خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی مارہروی، حضرت سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی، حضرت مولانا عبد العلی رام پوری رحمۃ اللہ علیہم ۔ نیز کسی استاذ کے بغیر محض خداداد بصیرت سے

۳۸ر علوم وفنون پر کامل دسترس حاصل کیا۔

بیعت و خلافت: ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۳ء میں مرشد برحق استاد العارفین حضرت سید آل رسول مارہروی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، نیز تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

حج و زیارت: دوبار۔۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں پہلا حج۔اور ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں دوسری مرتبہ عازم حج ہوئے۔

تجدیدی کارنامے: اصلاح و تجدید اور احیاے دین پر آپ کے کارنامے بہت ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: فرقۂ نیچیرت، فرقۂ قادیانیت، فرقۂ شیعیت، فرقۂ وہابیت، حکمت و فلسفہ، تحریک ندوہ، ترک تقلید، تحریک خلافت، تحریک موالات کی بیخ کنی کی۔ اعلیٰ حضرت نے ان فتنوں کی سرکوبی کی خاطر اپنی زبانی، قلمی اور عملی توانائیاں صرف کیں، جن کا برملا اعتراف اپنوں اور غیروں نے بھی کیا ہے۔

تصانیف: ۵۵ر علوم و فنون پر تقریبًا ہزار کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں بعض کتابیں کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں۔

وصال: ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ/۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء، بروز جمعہ۔

① باب عقائد

---

(۱) اللہ تعالیٰ کو عاشق اور حضور ﷺ کو معشوق کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کو عاشق اور حضور پُرنور سرور عالم ﷺ کو معشوق کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ناجائز ہے، کہ معنیٰ عشق اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے۔ اور ایسا لفظ بے ورود ثبوت شرعی، حضرت عزت کی شان میں بولنا ممنوع قطعی۔

ردالمحتار میں ہے: مجرد ایھام المعنی المحال کافٍ فی المنع.
(صرف معنی محال کا وہم ممانعت کے لیے کافی ہے)

امام علامہ یوسف اردبیلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الانوار لاعمال الابرار" میں اپنے اور شیخین مذہب امام رافعی وہ ہمارے علماے حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرماتے ہیں:

لو قال انا أعشق الله او یعشقنی فمبتدع و العبارة الصحیحة أن یقول أُحبُّه و یحُبنی کقوله تعالیٰ "یُّحِبُّھُمۡ وَیُحِبُّوۡنَہٗۤ".

اگر کوئی شخص کہے میں اللہ تعالیٰ سے عشق رکھتا ہوں اور وہ مجھ سے عشق رکھتا ہے تو وہ بدعتی ہے۔ لہٰذا صحیح تعبیر یہ ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح "اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔"

اسی طرح امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی نے اعلام میں نقل فرما کر مقرر رکھا۔

اقول: وظاهر ان منشأ الحكم لفظ "یعشقنی" دون ادعائه لنفسه،

ألاترى الى قوله أن العبارة الصحيحة يحبنى. ثم الظاهر أن تكون العبارة بواؤالعطف كقوله أحبه ويحبنى فيكون الحكم لاجل قوله يعشقنى والا فلا يظهر له وجه بمجرد قوله اعشقه فقد قال العلامة احمد بن محمد بن المنير الاسكندرى فى الانتصاف ردا على الزمخشرى تحت قوله تعالىٰ فى سورة المائدة: "يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ". بعد اثبات ان محبة العبد الله تعالىٰ غير الطاعة وانها ثابتة واقعة بالمعنى الحقيقى اللغوى مانصه ثم اذا ثبت اجراء محبة العبد لله تعالىٰ على حقيقتها لغة فالمحبة فى اللغة اذا تاكدت سميت عشقا فمن تاكدت محبته لله تعالىٰ وظهرت آثارتأكدها عليه من استيعاب الاوقات فى ذكره وطاعته فلا يمنع ان تسمى محبته عشقا اذ العشق ليس الا المحبة البالغة. اه لكن الذى فى نسختى الانوار ونسختين عندى من الاعلام انما هو بأو فليستأمل وليحرر ثم اقول لست بغافل عما اخرج والله تعالىٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم.

اقول: (میں کہتاہوں) ظاہر یہ ہے کہ منشاے حکم لفظ "یعشقی" ہے نہ کہ وہ لفظ جس میں اپنی ذات کے لیے دعویٰ عشق کیا گیا ہے کیا تم اس قول کو نہیں دیکھتے کہ صحیح عبارت "یحبنی" ہے پھر ظاہر ہے کہ عبارت واؤ عاطفہ کے ساتھ ہے جیسے اس کا قول ہے "أُحِبُّه، وَيُحِبُّنِي" یعنی میں اس سے محبت رکھتاہوں اور وہ مجھ سے محبت رکھتاہے پھر حکم اس کے "یعشقنی" کہنے کی وجہ سے ہے ورنہ اس کے صرف "اعشقه" کہنے سے کوئی امتناعی وجہ ظاہر نہیں ہوتی۔ چناں چہ علامہ احمد بن محمد منیر اسکندری نے "الانتصاف" میں علامہ زمخشری کی تردید کرتے ہوئے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ذیل میں جو سورۃ مائدہ میں مذکور ہے: يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ (اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتاہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں)

اس بات کو ثابت کرنے کے بعد کہ بندے کا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا اس کی اطاعت (فرمانبرداری) سے جدا ہے (الگ ہے) اور محبت معنی حقیقی لغوی کے طور پر ثابت اورواقع ہے (جیسا کہ) موصوف نے تصریح فرمائی پھر جب بندے کا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا اجرا حقیقت لغوی کے طریقہ سے ثابت ہوگیا اور محبت بمعنی لغوی جب پختہ اور مؤکد ہوجائے تو اسی کو عشق کا نام دیا جاتا ہے پھر جس کی اللہ تعالیٰ سے پختہ محبت ہوجائے اور اس پر پختگی محبت کے آثار ظاہر ہوجائیں (نظر آنے لگیں) کہ وہ ہمہ اوقات اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر اور اس کی اطاعت میں مصروف رہے تو پھر کوئی مانع نہیں کہ اس کی محبت کو عشق کہا جائے۔ کیوں کہ محبت ہی کا دوسرا نام عشق ہے، اھ۔ لیکن میرے پاس جو نسخہ ”الانوار“ ہے وہ دو نسخے میرے پاس ”الاعلام“ کے ہیں ان میں عبارت مذکورہ صرف ”أوْ“ کے ساتھ مذکور ہے لہذا غور وفکر کرنا چاہیے اور لکھنا چاہیے میں کہتا ہوں کہ میں نے اس سے بے خبر نہیں جس کی موصوف نے تخریج فرمائی اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس عظمت والے کا علم بڑا کامل اور بہت پختہ ہے۔ (قدیم، ج:۹، ص:۶۱ / مترجم، ج:۲۱، ص:۱۱۴)

(۲) رسول کریم ﷺ کے لیے علم غیب نہ ماننے والے کا حکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کہے رسول اللہ ﷺ کو علم غیب نہ تھا اور معراج جسمانی نہ ہوئی اور جملہ شہدا و اولیاء اللہ و بزرگان دین کی نیاز ونذر کرنا حرام اور ان سے بذریعہ دعا امداد طلب کرنا شرک ہے، پس وہ شخص، نیز اس کے پیرو قابل امامت ہیں یا نہیں؟ اور وہ کس فرقہ سے ہیں؟ اور مسئلہ مندرجہ بالا میں کون سی بات جائز وناجائز ہے؟ اور حضرت کو علم غیب تھا یا نہ؟ اور معراج جسمانی ہوئی یا نہ؟

الجواب: اللہ عزوجل نے روزِ اول سے روزِ آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے، ایک ایک ذرہ کا تفصیلی علم اپنے حبیب اکرم ﷺ کو عطا فرمایا۔ ہزار تاریکیوں میں جو ذرہ باریک کا دانہ پڑا ہے حضور ﷺ کا علم اس کو محیط ہے، اور فقط علم ہی نہیں بلکہ تمام دنیا بھر اور جو کچھ اس میں تا قیامت ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہے ہیں جیسا اپنی اس ہتھیلی کو۔ آسمانوں اور زمینوں میں کوئی ذرہ ان کی نگاہ سے مخفی نہیں، بلکہ یہ جو کچھ مذکور ہے ان کے علم کے سمندروں میں سے ایک چھوٹی سی نہر ہے۔ اپنی تمام امت کو اس سے زیادہ پہچانتے ہیں جیسا آدمی اپنے پاس بیٹھنے والوں کو، اور فقط پہچانتے ہی نہیں، بلکہ ان کے ایک ایک عمل، ایک ایک حرکت کو دیکھ رہے ہیں۔ دلوں میں جو خطرہ گزرتا ہے اس سے آگاہ ہیں، اور پھر ان کے علم کے وہ تمام سمندر اور جمیع علوم اولین وآخرین مل کر علم الٰہی سے وہ نسبت نہیں رکھتے جو ایک ذرا سے قطرہ کو کروڑ سمندروں سے، وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ. (ظالموں نے اللہ ہی کی قدر نہ پہچانی) کہ جو کچھ ہو گزرا اور قیامت تک ہونے والا ہے اس کا علم اس کی عطا سے اس کے محبوب کے لیے مانا اور کہہ دیا کہ یہ تو خدا سے برابری ہوگئی، مشرک ہوگیا۔ بے ادبو! کیا خدا کا علم اتنا ہی ذرا سا ہے کہ دو حدوں میں محدود ہے، یہ تو نبی ﷺ اپنے صدقہ میں اپنے غلاموں کو عطا فرماتے ہیں، یہ سب آیات کریمہ واحادیث صحیحہ واقوال ائمہ وعلما واولیا سے ثابت۔ جن کی تفصیل ہماری کتابوں "الدولۃ المکیۃ و انباء المصطفی و خالص الاعتقاد" وغیرہ میں ہے۔

معراج شریف یقیناً قطعاً اسی جسم مبارک کے ساتھ ہوئی نہ کہ فقط روحانی، جو ان کی عطا سے ان کے غلاموں کو بھی ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ. (پاکی ہے اسے جو رات میں لے گیا اپنے بندہ کو) یہ نہ فرمایا کہ لے گیا اپنے بندہ کی روح کو۔

نیاز نذر کرنا جائز ہے،اوراولیا سے طلب دعا مستحب ہے۔ اور یہاں ان مسائل میں کلام کرنے والے نہیں مگر وہابی، اور وہابی مرتد ہیں اور مرتد کے پیچھے نماز باطل محض جیسے گنگا پرشاد کے پیچھے، واللہ تعالیٰ اعلم۔(قدیم،ج:٦،ص:١٧٠/مترجم،ج:١٥،ص:٤٣)

(٣) غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے یا نہیں ؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بلااعتقاد فاعلیۃ بالذات حضرات صوفیائے کرام ومشائخ عظام سے امداد طلب کرتا ہے، مثلا "یا شیخ عبدالقادر شیئا للہ"، اور "یاعلی مدد"، یا "اغثنی یارسول اللہ" اور سماع بالمزامیر سنتا ہے اور پیر کو تعظیماً سجدہ کرتا ہے، ایسے شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں، ایک مولوی وہابی نجدی نے اس کا نکاح بغیر حلالہ کے کردیا، کہتا ہے کہ وہ شخص کافر اور مرتد ہوگیا ہے، تین طلاقیں اس پر نہیں پڑتیں، اب آیا اس کا نکاح بغیر حلالہ درست ہے یا نہیں؟ اس کا کیا حکم ہے؟ اس کی امامت وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: انبیا واولیا علیہم الصلوۃ والثناء سے استمداد جائز ہے اور مزامیر سننا گناہ، اور سجدہ تعظیمی حرام، مگر کفر نہیں، جب تک نیت عبادت نہ ہو، عالمگیری میں ہے:

من سجد للسلطان علی وجه التحیة لایکفر ولکن یأثم لارتکابه الکبیرة، وان سجدبنیة العبادة فقد کفر، کذافی جواهر الاخلاطی. ملخصا.

جس نے کسی حاکم کو بطور تعظیم سجدہ کیا وہ کافر نہ ہوگا ہاں گناہ گار ہے، کیوں کہ اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اور اگر اس نے سجدہ بطور عبادت کیا تو کافر ہوجائے گا۔ جیسا کہ جواہر الاخلاطی میں ہے۔ ملخصًا۔

تین طلاقیں بیشک ہوگئیں اور بغیر حلالہ نکاح ہرگز نہیں کرسکتا۔ اگر کرے گا

زنا ہوگا، وہابی کا فتوی جنون ہے، اگر وہ شخص کافر نہیں تو تین طلاقوں میں کیا شک اور بے حلالہ نکاح کیوں کر حلال۔ اور اگر کافر ہے تو مسلمان عورت کا اس سے نکاح کیوں کر جائز، نہ بے حلالہ ہوسکے گا نہ بعد حلالہ، مگر ہے یہ کہ وہ کافر نہیں۔ وہابیہ خود کفار ہیں، جیساکہ حسام الحرمین فتاواے علماے کرام حرمین شریفین سے ظاہر۔ واللہ تعالی اعلم۔

(ج:۶، ص:۱۷۷/مترجم، ج:۱۵، ص:۱۵۳)

(۴) نبی کریم ﷺ کے آثار شریفہ سے برکت حاصل کرنے کا حکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ ﷺ کے آثار شریفہ سے تبرک کیسا ہے اور اس کے لیے ثبوت یقینی درکار ہے یا صرف شہرت کافی ہے؟ اور نعلین شریفین کی تمثال کو بوسہ دینا کیسا ہے اور اس سے توسل جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ تمثال نعل شریف کے اوپر بعد بسم اللہ کے لکھتے ہیں: أللّٰھم أرنی برکۃَ صاحب ھذین النعلین الشریفین. (یااللہ! مجھے ان نعلین پاک والے کی برکت سے نواز) اور اس کے نیچے دعاے حاجت لکھتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: فی الواقع حضور سید المرسلین ﷺ کے آثار شریفہ سے تبرک سلفاً وخلفاً زمانۂ اقدس حضور پر نور سید عالم ﷺ وصحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے آج تک بلانکیر رائج ومعمول اور باجماع مسلمین مندوب ومحبوب۔ بکثرت احادیث صحیح بخاری و مسلم وغیرہما صحاح وسنن وکتب حدیث اس پر ناطق جن میں بعض کی تفصیل فقیر نے "کتاب البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ" میں ذکر کی۔ اور ایسی جگہ ثبوت یقینی یا سند محدثانہ کی اصلاً حاجت نہیں۔ اس کی تحقیق وتنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم وتبرک سے باز رہنا سخت محرومی، کم نصیبی ہے۔ ائمۂ دین نے صرف حضور

اقدس ﷺ کے نام سے اس شئی کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں: من اعظامه واکباره ﷺ اعظام جميع اسبابه و اکرام مشاهده وامكنته من مكة والمدينة ومعاهده وماالمسه عليه الصلوٰة والسلام اوعرف به.

حضور ﷺ کے تمام متعلقات کی تعظیم اور آپ کے نشانات اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے مقامات اور آپ کے محسوسات اور آپ کی طرف منسوب ہونے کی شہرت والی اشیا کا احترام، یہ سب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم و تکریم ہے۔

اسی طرح طبقۃ فطبقۃ شرقاً غرباً عرباً عجماً علماے دین وائمۂ معتمدین نعل مطہر حضور سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے، کتابوں میں تحریر فرماتے آئے اور انھیں بوسہ دینے، آنکھوں سے لگانے، سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے اور دفع امراض وحصول اغراض میں اس سے توسل فرمایا کیے، اور بفضل الٰہی عظیم وجلیل برکات وآثار اس سے پایا کیے۔

علامہ ابوالیمن ابن عساکر وشیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علما نے اس باب میں مستقل کتابیں تصنیف کیں اور علامہ احمد مقری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلہ میں اجمع وانفع تصانیف سے ہے۔

علامہ ابوالربیع سلیمان بن سالم کلاعی و قاضی شمس الدین ضیف اللہ رشیدی وشیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری وسید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح وشیخ محمد بن فرج سبتی وشیخ محمد بن رشید فہری سبتی وعلامہ احمد بن محمد تلمسانی وعلامہ ابوالیمن ابن عساکر وعلامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمن بن علی مغربی وامام ابوبکر احمد ابن ہمام ابو محمد عبداللہ بن حسین انصاری قرطبی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم نے نقشۂ نعل مقدس کی مدح میں قصائد عالیہ تصنیف فرمائے۔ ان سب میں اسے بوسہ دینے سر پر رکھنے کا حکم

واستحسان مذکور اور یہی مواہب لدنیہ امام احمد قسطلانی وشرح مواہب علامہ زرقانی وغیرہما کتب جلیلہ میں مسطور۔ و قد لخصنا اکثر ذٰلك فی کتابنا المزبور. (اور ہم نے اکثر کا خلاصہ اپنی مذکور کتاب میں ذکر کیا ہے)۔

علما فرماتے ہیں جس کے پاس یہ نقشۂ متبرکہ ہو، ظلم ظالمین وشر شیاطین وچشم زخم حاسدین سے محفوظ رہے۔ عورت دردزہ کے وقت اپنے ہاتھ میں لے آسانی ہو، جو ہمیشہ پاس رکھے نگاہ خلق میں معزز ہو، زیارت روضہ مقدس نصیب ہو، یا خواب میں زیارت حضور اقدس ﷺ سے مشرف ہو، جس لشکر میں ہو نہ بھاگے، جس قافلہ میں ہو نہ لٹے، جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے، جس مال میں ہو نہ چُرے، جس حاجت میں اس سے توسل کیا جائے پوری ہو، جس مراد کی نیت سے پاس رکھیں حاصل ہو۔ موضع درد ومرض پر اسے رکھ کر شفائیں ملی ہیں، مہلکوں مصیبتوں میں اس سے توسل کرکے نجات وفلاح کی راہیں کھلی ہیں، اس باب میں حکایت صلحا وروایات علما بکثرت ہیں کہ امام تلسمانی وغیرہ نے فتح المتعال وغیرہ میں ذکر فرمائیں۔

اور بسم اللہ شریف اس پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں، اگر یہ خیال کیجیے کہ نعل مقدس قطعًا تاج فرق اہل ایمان ہے، مگر اللہ عزوجل کا نام وکلام ہر شئ سے اجل واعظم وارفع واعلیٰ ہے، یونہی تمثال میں بھی احتراز چاہیے تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اگر حضور سید عالم ﷺ سے عرض کی جاتی کہ نام الٰہی یا بسم اللہ شریف حضور کی نعل مقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے۔ مگر اس قدر ضروری ہے کہ نعل بحالت استعمال وتمثال محفوظ عن الابتذال میں تفاوت ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جانور ان صدقہ کی رانوں پر حبیس فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں وقف ہے) داغ فرمایا تھا حالاں کہ ان کی رانیں بہت محل بے احتیاطی ہیں۔ کما فی رد المحتار بلکہ سنن دارمی شریف میں ہے: اخبرنا مالك بن اسمعیل ثنا مندل بن علی

العنزی حدثنی جعفر بن ابی المغیرۃ عن سعید بن جبیر قال کنت اجلس الی ابن عباس فاکتب فی الصحیفة حتی تمتلی ثم اقلب نعلی فاکتب فی ظھورھما واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم.

مالک بن اسمعیل نے خبر دی کہ مندل بن علی العنزی نے بیان کیا کہ مجھے جعفر بن ابی مغیرہ نے سعید بن جبیر کے حوالے سے فرمایا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ایک کاغذ پر لکھ رہا تھا کہ وہ کاغذ پر ہو گیا پھر میں نے اپنا جوتا الٹا کر کے لکھا، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔(ج:۹،ص:۹۲،نصف اول/مترجم،ج:۲۱،ص:۴۱۲)

(۵) سجدۂ تعظیمی کا کیا حکم ہے؟ اور سجدۂ عبادت، سجدۂ تعظیم، سجدۂ تحیت اور سجدۂ شکر کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ: (۱)زید اپنے پیر کی تصویر کو نہایت احترام سے رکھتا ہے، بوسہ دیتا ہے اور سجدۂ تحیت کرتا ہے، لہٰذا تصویر کو بوسہ دینا اور تصویر کو سجدۂ تحیت کرنا کیسا ہے؟ ہر ایک کا حکم علیحدہ علیحدہ نص صریح یا حدیث صحیح یا قول امام سے بحوالۂ کتب تحریر فرمادیں۔ اور زید ثبوت سجدۂ تحیت میں کتاب "انوار العیون فی اسرار المکنون" مصنفہ شیخ عبدالقدوس کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:

مریدان حضرت شیخ العالم قدس سرہ، پیش حضرت شیخ العالم سر پیش می آوردند و سجدہ پیش می رفتند و می نشستند وامروز ہماں سنت مریداں حضرت شیخ العالم جاری کہ پیش قبر حضرت شیخ العالم و پیش صاحب سجادہ سر بر زمین می نہند و سجدہ می کنند۔

حضرت شیخ العالم قدس سرہ (یعنی شیخ عبدالقدوس گنگوہی) کے مرید سر آگے کر کے ان کے روبرو سجدہ کرتے اور پھر بیٹھتے ہیں۔ آج حضرت شیخ العالم کے مریدوں میں وہی طریقہ جاری وساری ہے۔ کہ حضرت موصوف کی قبر کو سجدہ کرتے ہیں اور پھر

ان کے سجادہ نشین کے آگے زمین پر سر رکھ کر انھیں سجدہ کرتے ہیں۔

اس قول کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ سجدہ تحیت کے متعلق فقہا میں اختلاف ہے۔ در مختار میں ہے: وکذا مایفعلونہ من تقبیل الأرض بین یدی العلماء العظماء فحرام والفاعل والراضی بہ اٰثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن وھل یکفران علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لاوصار اٰثماً مرتکبا للکبیرۃ. وفی الشامی قال الزیلعی وذکر الصدر الشھید انہ لایکفر بھذا السجود لانہ یرید بہ التحیۃ.

اور اسی طرح جو کچھ جہلا اور نادان کیا کرتے ہیں کہ بڑے بڑے عظیم علما کے آگے زمین کو بوسہ دیتے (تو یاد رکھو کہ) یہ فعل حرام ہے لہذا کرنے والا اور اس سے خوش ہونے والا (دونوں) گنہ گار ہیں اس لیے کہ یہ کام بت کی عبادت سے مشابہت رکھتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کرنے والا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر اس نے یہ کام بطور عبادت کیا اور اس کی تعظیم کی تو بلا شبہہ کافر ہو گیا۔ اور اگر تعظیم و بزرگی کی خاطر ایسا کیا تو کافر نہ ہوا لیکن پھر بھی گنہگار۔ گناہ کبیرہ بجالانے والا ہوا۔ اور فتاوٰی شامی میں ہے کہ علامہ زیلعی نے فرمایا: امام صدر شہید نے ذکر فرمایا کہ اس طرح سجدہ کرنے سے وہ کافر نہ ہو گا کیوں کہ اس سے اس کی مراد صرف تعظیم ہے یعنی زیلعی و صدر شہید سجدہ تحیت کرنے والے کو کافر نہیں کہتے۔

(۲) سجدۂ عبادت، سجدۂ تعظیم، سجدۂ تحیت، سجدۂ شکر، تقبیل ارض ان سب کی تعریف و فرق تحریر فرمادیں نیز ان میں کون مخصوص ہے زندہ بزرگوں کے لئے اور کون ہے قبور و تصاویر کے لیے مع حوالہ کتاب۔

الجواب: (۱) غیر کو سجدہ بلا شبہہ حرام ہے، پھر اگر بروجہ عبادت ہو تو یقینا اجماعا کفر ہے اور بروجہ تحیت ہو تو کفر میں اختلاف ہے، اس کے حرام ہونے میں

اختلاف نہیں۔ اور حق یہی ہے کہ بے نیت عبادت حرام ہے، کبیرہ ہے، مگر کفر نہیں۔ زیلعی کی عبارت کا صاف یہی مطلب ہے نفی کفر کرتے ہیں نہ کہ نفی حرمت۔ احادیث صحیحہ اس بارے میں بکثرت وارد اور کتب ہر چہار مذہب اس کی تحریم پر متفق۔ بعض ملفوظات کہ بعض اولیاے کرام کی طرف بلا سند صحیح متّصل منسوب ہوں، ایسے مسئلہ جلیہ واضحہ متفق علیہا کے مقابل ہرگز قابل استناد نہیں۔ اور بالخصوص سجدۂ قبر کے بارے میں وہ حدیث موجود ہے: ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد له قال فلا تفعل. (بھلا دیکھیے اگر میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا اس کو سجدہ کروگے؟ عرض کی: نہیں)۔

اور تصویر کو سجدہ تو کھلا پھاٹک بت پرستی کا ہے۔ دنیا میں بت پرستی کا آغاز تصاویر کو جانب قبلہ صرف نصب کرنے سے ہوا۔ کما فی صحیح البخاری وغیرہ عن ابن عباس. (جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے) نہ کہ سجدہ، کہ جانب قبلہ نصب سے ہزارہا درجہ بدتر اور کفر سے ایسا ہی قریب ہے جیسے آنکھ کی سپیدی سے سیاہی۔ تصویر کی تعظیم مطلقاً حرام ہے بلکہ غیر محل اہانت میں اس کا رکھنا ہی حرام ومانع دخول ملائکہ رحمت ہے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لاتدخل الملئکة بیتا فیه کلب ولا صورة. (فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصویر ہو) یہ سب وساوس ابلیس ہیں۔ مسلمان اگر اس کے ہاتھوں میں نرم ہوا اور وہ اسے ہلاک کردے گا جلد کھچے اور اس عدو مبین سے جدا ہو کر شریعت مطہرہ کی باگ تھام لے و الله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم. والله تعالیٰ اعلم

(۲) کسی قسم کا سجدہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ میں غیر خدا کے لیے مطلقا جائز نہیں اور احکام منسوخہ سے استناد جہل وخرط القتاد، ورنہ سگی بہن سے نکاح بھی جائز ہو۔

اپنا رب حقیقی ومالک بالذات جان کراس کے حضور غایت تذلل کے لیے زمین پر پیشانی رکھنا سجدۂ عبادت ہے اور معبود نہ جان کر صرف اس کی عظمت کے لیے روبخاک ہونا سجدۂ تعظیم ہے اور وقت لقا باہمی موانست کے لیے سجدۂ تحیت اور حق شناسئ نعمت کے اظہار کو سجدۂ شکر۔ اول وآخر مولی عزوجل کے لیے ہیں۔ پہلا فرض اور پچھلا مستحب۔ اور دوم سوم کہ غیر خدا کے لیے ہوں حرام ہیں، کفر نہیں۔ یونہی چہارم بھی، اور پہلا کفر قطعی۔ اور غیر خدا کے لیے تقبیل ارض بھی حرام ہے اور جو کرے اور جس کے لیے کی جائے اور وہ راضی ہو دونوں مرتکب کبیرہ اور بہ نیت عبادت ہو تو یہ بھی کفر کہ عبادت غیر کی نیت خود ہی کفر ہے، اگرچہ اس کے ساتھ کوئی فعل نہ ہو۔

ہندیہ میں ہے: وفی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی اٰثمان کذا فی التاتارخانیة وتقبیل الارض بین یدی العلماء والزهاد فعل الجهال والفاعل والراضی اٰثمان کذافی الغرائب.

جامع صغیر میں ہے کسی بڑے کے آگے زمین بوسی حرام ہے۔ اور ایسا کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں گناہ گار ہیں، تاتارخانیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ اہل علم اور زاہدوں کے آگے زمین چومنا جاہلوں (ناواقف لوگوں) کا طریقہ ہے۔ لہٰذا ایسا کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا (دونوں) گناہ گار ہیں۔ فتاوی الغرائب میں یہی مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ج:۹،ص:۱۱۳، نصف اخیر/مترجم،ج:۲۲،ص:۴۱۱)

(٦) وہابی کون سا فرقہ ہے اور ان کے عقائد اور علامات کیا ہیں؟

مسئلہ: وہابی جو مشہور ہیں وہ کون سا فرقہ ہے اور ان کی اصل کہاں سے نکلی؟ اور ان کے عقائد کیا ہیں، اور ان کی بابت حدیث میں کیا وارد ہے؟

الجواب: وہابی ایک بے دین فرقہ ہے، جو محبوبانِ خدا کی تعظیم سے جلتا ہے

اور طرح طرح کے حیلوں سے ان کے ذکر و تعظیم کو مٹانا چاہتا ہے۔ ابتدا اس کی ابلیس لعین سے ہے کہ اللہ عزوجل نے تعظیم سیدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا حکم دیا اور اس ملعون نے نہ مانا اور زمانۂ اسلام میں اس کا بادی ذوالخویصرہ تمیمی ہوا جس نے حضور اقدس ﷺ کی شانِ ارفع میں کلمۂ توہین کہا۔ اس کے بعد ایک پورا گروہ خوارج کا اس طریق پر چلا جن کو امیر المومنین مولیٰ علی نے قتل فرمایا۔

لوگوں نے کہا حمد، اللہ کو جس نے ان کی نجاستوں سے زمین کو پاک کیا، امیر المومنین نے فرمایا یہ منقطع نہیں ہوئے، ابھی ان میں کے ماؤں کے پیٹوں میں ہیں باپوں کی پیٹھوں میں ہیں، کلما قطع قرن نشاء قرن. (جب ان میں کی ایک سنگت کاٹ دی جائے گی دوسری سر اٹھائے گی)، حتی یخرج اٰخرھم مع الدجال. (یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا)۔

اس حدیث کے مطابق ہر زمانہ میں یہ لوگ نئے نئے نام سے ظاہر ہوتے رہے، یہاں تک کہ بارہویں صدی کے آخر میں ابن عبدالوہاب نجدی اس فرقہ کا سرغنہ ہوا اور اس نے "کتاب التوحید" لکھی اور توحیدِ الٰہی عزوجل کے پردے میں انبیا و اولیا علیہم الصلوۃ والسلام اور خود حضور اقدس سید الانام علیہ افضل الصلوۃ والسلام کی توہین دل کھول کر کی۔ اس کی طرف نسبت کرکے اس گروہ کا نام نجدی وہابی ہوا۔ ہندوستان میں اس فتنہ ملعونہ کو اسمٰعیل دہلوی نے پھیلایا، کتاب التوحید کا ترجمہ کیا، اس کا نام تقویۃ الایمان رکھا، دلی عقیدہ وہ ہے جو تقویۃ الایمان میں کئی جگہ صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان، اوروں کا ماننا محض خبط ہے۔

اس کے متبعین جو گروہ ہیں عقائد میں سب ایک ہیں، مگر اعمال میں یوں متفرق ہوے کہ ایک فرقہ نے تقلید کو بھی ترک کیا اور خود اہل حدیث بنے، یہ غیر مقلد وہابی ہیں، ان کا سرگروہ نذیر حسین دہلوی اور کچھ پنجابی بنگالی تھے اور ہیں۔ اور مقلد

وہابیوں کے سرگروہ رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی، اور اب اشرف علی تھانوی۔ جوان لوگوں کو اچھا جانے یا تقویۃ الایمان وغیرہ ان کی کتابوں کو مانے یا ان کے گمراہ بددین ہونے میں شک کرے وہ وہابی ہے، وہابی کی علامت حدیث میں ارشاد ہوئی کہ ظاہراً شریعت کے بڑے پابند بنیں گے۔ تحقرون صلوٰتکم مع صلوتھم و صیامکم مع صیامھم وعملکم مع عملھم۔ تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے آگے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے آگے اور اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے آگے حقیر جانو گے یقرؤن القرآن ولا یجاوز تراقیھم. قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلے سے نہ اترے گا، یعنی دل میں اس کا کچھ اثر نہ ہوگا: یقولون من خیر قول البریۃ. باتیں بظاہر بہت اچھی کریں گے، اور ایک روایت ہے: من قول خیر البریۃ. حدیث حدیث بہت پکاریں گے۔ بایں ہمہ حال یہ ہوگا یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ. نکل جائیں گے دین سے ایسے جیسے تیر نکل جاتا ہے نشانہ سے۔ ثم لا یعودون فیہ. پھر لوٹ کر دین میں نہ آئیں گے۔ سیما ھم التحلیق. ان کی علامت سر منڈانا ہوگی۔ مشمر الازار. تہبند یا پائچے بہت اونچے۔ ان کے عقائد کا بیان ہمارے رسالہ "نور الفرقان" اور رسالہ "الکوکبۃ الشھابیۃ" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۱۱، ص:۳۷/مترجم، ج:۲۹، ص:۹۵)

(۷) مسجد میں وندے ماترم، مہاتما گاندھی کی جے، تلک مہاراج کی جے کے نعرے لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تبلیغ خلافت کی غرض سے جامع مسجد میں ایک جلسہ ہوا جس میں ہنود بھی شریک ہوئے، دوران تقاریر میں مسلمانوں نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور ہنود نے بندے ماترم، مہاتما گاندھی کی جے،

تلک مہاراج کی جے کے نعرے لگائے، کیا ہنود کو مساجد میں اس قسم کے نعرے لگانا جائز ہے؟ اور اگر بعض مسلمانوں نے خود اپنی زبان سے اسی مقام پر دوران تقاریر میں اہل ہنود کے ساتھ یا خود پیش قدمی کرتے ہوے اس قسم کی جے کی آوازیں بلند کی ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا بالدلیل توجروا من الرب الجلیل.

الجواب: مشرکین کی جے پکارنا ان کی تعظیم ہے اور کافر کی تعظیم کفر ہے، فتاوی ظہیریہ واشباہ و در مختار میں ہے: تبجیل الکافر کفر. (کافر کی تعظیم کفر ہے۔)

ایسے کلمہ گویوں پر لازم ہے کہ نئے سرے سے اسلام لائیں، پھر اپنی عورتیں رکھنا چاہیں تو ان سے از سر نو نکاح کریں، بلکہ ایسے جلسوں میں جو مضامین باطلہ و مخالف شرع ہوتے ہیں ان پر بہ نیت تحسین اللہ اکبر کہنا بھی حرام قطعی ہے، کہ ذکر الٰہی کی توہین ہے۔ مشرکوں کو مسجد میں اس طرح لے جانا اور ان کا اپنے کلمات کفر بالاعلان کہنا اور مسلمان کہلانے والوں کا اس پر راضی ہونا باجماع امت حرام ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: انما بنیت المساجد لما بنیت له (وفی اخری) لذکر الله والصلوة وقراء ة القرآن. (مسجدیں تو صرف اس لیے بنیں جس لیے بنیں، دوسری روایت میں ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز اور تلاوت قرآن کے لیے بنیں۔)

یہاں تک کہ صحیح حدیثوں میں فرمایا: جو مسجد میں اپنی گمی چیز کو پوچھے اس سے کہو لا رد الله علیك ضالتك وان المساجد لم تبن لهذا. (اللہ تیری گمی چیز کو تجھے نہ ملائے، مسجدیں اس لیے نہ بنیں) نہ کہ کافروں کے لے جانے اور مشرکوں کی جے پکروانے کے لیے، مگر کیا کیجیے کہ ان لوگوں کے دل مسخ ہوگئے، انھوں نے مشرک کے غلام ہو کر اللہ و رسول کے سب احکام منسوخ کر دیے۔

احمق، بے عقل و جاہلوں کی کیا گنتی؟ ساری کمیٹی میں سب سے بڑے عالم کہلانے والے مولوی عبد الباری فرنگی محلی ہیں جنھوں نے جلسہ مدراس میں اپنے منہ

سے اپنے آپ کو نہ صرف عالم، بلکہ بہت بڑا مجدد کہا۔ وہ اقرار لکھ رہے ہیں کہ وہ بالکل پس رو گاندھی کے ہیں، اس کو اپنا رہنما بنالیا ہے، جو وہ کہتا ہے وہی مانتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔) اس کا نام دین ہے؟ اس کا نام اسلام ہے؟ حالاں کہ رب عزوجل فرماتا ہے: اگر تم نے کافروں کا کہا مانا تو ضرور تم بھی مشرک ہو۔ بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج:٦، ص:١٩٠/مترجم، ج:١٥، ص:٢٧١)

(٨) مسلمان کی جے بولنا کیسا ہے؟

مسئلہ: مسلمان یا ہندو، کسی مسلمان کا نام لے کر کہیں کہ فلاں شخص کی جے۔ جیسے شوکت علی، محمد علی کی جے، یہ درست ہے یا نہیں؟ شوکت علی وغیرہ کی مجلسوں میں جانا درست ہے یا نہیں؟ اور لفظ مہاتما کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: جے جو کافر بولتے ہیں جیسے گاندھی وغیرہ کی یا عام ہنود کی، یہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے، درمختار وغیرہ میں ہے: تبجيل الكافر كفر. (کافر کی تعظیم کفر ہے) یونہی جو نام کا مسلمان حد کفر تک پہنچ گیا ہو اس کی جے کا بھی یہی حکم ہے، اور مسلمان کی جے بولنا بھی منع ہے کہ کفار سے مشابہت ہے۔

مشرک کو "مہاتما" کہنا حرام ہے، بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے اور ان کے جلسوں میں جانا ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:٦، ص:١٨٨/مترجم، ج:١٥، ص:٢٦٧)

(٩) ہندوؤں کے میلے میں جانا کیسا ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل اسلام میں سے

کوئی شخص، بغرض تماشہ دیکھنے کے، اہل ہنود کے کسی میلے میں قصداً جائے تو اس کی عورت نکاح سے باہر ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اگر چہ وہ شخص یہ تو جانتا ہے کہ ہنود کے میلے میں جانا گناہ ہے اور اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے جو کسی رئیس قومِ ہنود کا ملازم ہے وہ بوجہ ملازمت کے اپنے آقا کے ساتھ مجبوراً جائے۔ بینوا توجروا

الجواب: کافروں کے میلے میں جانے سے آدمی کافر نہیں ہوتا کہ عورت نکاح سے نکل جائے، جو لوگ ایسے فتوے دیتے ہیں شریعت مطہرہ پر افترا کرتے ہیں، البتہ اس میں شریک ہونا مسلمان کو منع ہے۔

حدیث میں ہے: من کثّر سواد قوم فھو منھم. جس شخص نے کسی قوم کی جماعتی تعداد میں اضافہ کیا تو وہ انہی میں سے ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: من جامع المشرك وسکن معه فانه مثله. جو کوئی کسی مشرک کے ساتھ جمع ہوا اور اس کے ساتھ ٹھہرا تو بے شک وہ اسی مشرک کی طرح ہے۔

علما فرماتے ہیں مسلمان کو چاہیے کہ مجمع کفار پر ہو کر نہ گزرے کہ ان پر لعنت اترتی ہے اور پر ظاہر کہ ان کا میلہ صدہا کفر کے شعار اور شرک کی باتوں پر مشتمل ہوگا اور یہ ممانعت وازالہ منکر پر قادر نہ ہوگا تو خواہی نخواہی گونگا شیطان اور کافر کا تابعدار ہو کر مجمع کفار میں رہنا اور ان کے کفریات کو دیکھنا سننا مسلمان کی ذلت ہے۔ اور کافر کی نوکری مسلمان کے لیے وہی جائز ہے جس میں اسلام و مسلم کی ذلت نہ ہو نص علیه العلماء کمافی الغمز وغیرہ (علمائے کرام نے اس کی تصریح فرمائی جیساکہ "الغمز" وغیرہ میں مذکور ہے۔) رزق اللہ کے ذمہ ہے اور اس کے راستے کھلے ہوئے، تو عذر مجبوری غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۹، ص:۶۷، نصف اول/مترجم، ج:۲۱، ص:۱۲۰)

(۱۰) کافر کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینے کا حکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جواب سلام کفار وہنادک کن الفاظ میں دیا جائے؟ اور خود بھی ضرورت اور بے ضرورت ان کو سلام کرے توکس طور سے؟ بینوا توجروا

الجواب: کافر کو بے ضرورت ابتدا بسلام ناجائز ہے، نص علیه فی الحدیث والفقه. (حدیث پاک اور فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔) اور ہندوستان میں وہ طرق تحیت جاری ہیں کہ بضرورت بھی انھیں سلام شرعی کرنے کی حاجت نہیں، مثلا یہی کافی کہ لالہ صاحب، بابو صاحب، منشی صاحب، یا بے سر جھکائے سر پر ہاتھ رکھ لیناوغیر ذٰلک۔ کافر اگر بے لفظ سلام، سلام کرے تو ایسے ہی الفاظ رائجہ جواب میں بس ہیں۔ اور بلفظ سلام ابتدا کرے تو علما فرماتے ہیں جواب میں وعلیک ہے مگر یہ لفظ یہاں مخصوص باہل اسلام ٹھہرا ہوا ہے۔ اور وہ کافر بھی اسے جواب سلام نہ سمجھے گا بلکہ اپنے ساتھ استہزا خیال کرے گا تو جس لفظ سے مناسب جانے جواب دے لے اگرچہ سلام کے جواب میں سلام ہی کہہ کر۔ فقد نص محمد انه ینوی فی الجواب السلام فافهم. بے شک امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی کہ جواب میں سلام کی نیت کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۹،ص:۶۵،نصف اول/مترجم،ج:۲۲،ص:۳۱۶)

☆☆☆☆☆

(پوری دنیائے سنیت کو "جشن صد سالہ" عرس رضوی مبارک ہو)
"فتاویٰ اعلیٰ حضرت" پیر طریقت حضرت علامہ مفتی رحمت علی مصباحی صاحب قبلہ کی بہترین کاوش ہے جس میں "فتاویٰ رضویہ" سے ۱۰۰؍ مسائل جمع کیے گئے ہیں۔ جس سے یقیناً عوام اور علما دونوں مستفید ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین
از- (مولانا) محمد کاظم رضا مسعودی
متعلم: جامعہ عبداللہ بن مسعود، کولکاتا

۲ باب نماز

(۱۱)- دھوبی کا بدل کرلایا ہوا کپڑا پہننا اور اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ نیز جوڑا باندھ کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ: اگر دھوبی کپڑا بدل کرلائے تو اس کو پہن کر عورتوں کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بدلا ہوا کپڑا پہننا مرد وعورت سب کو حرام ہے اور اس سے نماز مکروہ تحریمی۔ جوڑا باندھنے کی کراہت مرد کے لیے ضرور ہے، حدیث میں صاف نهی الرجل ہے، عورت کے بال عورت ہیں پریشان ہوں گے تو انکشاف کا خوف ہے اور چوٹی کھولنے کا اسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کف شعر گندھی چوٹی میں ہے جب اس میں حرج نہیں جوڑے میں کیا حرج ہے؟ مرد کے لیے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں وہ بھی زمین پر گریں اور اس کے ساتھ سجدہ کریں کما فی المرقاۃ وغیرہ. (جیساکہ مرقات وغیرہ میں ہے) اور عورت ہرگز اس کے مامور نہیں۔ لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا:

هو مختص بالرجال دون النساء. (یہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ عورتوں کے لیے) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۳،ص:۴۱۷/۴۱۶/مترجم،ج:۷،ص:۲۹۸)

(۱۲) امامت کن کی جائز اور کن کی ناجائز؟

مسئلہ: کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کن کن شخصوں

کی جائز ہے اور کن کن کی ناجائز اور مکروہ، اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟

الجواب: جو قراءت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی مفسد ہوں، وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو، یا ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم یا وہ جو ان میں سے کسی کے عقائد پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے، یا اس کو کافر کہنے میں تامل کرے اُن کے پیچھے نماز محض باطل ہے۔

اور جس کی گمراہی حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ، مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم، یا تفسیقیہ کہ بعض صحابۂ کرام مثل امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابو موسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بُرا کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمیہ مکروہ ہے، کہ انھیں امام بنانا حرام۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب، اور انھیں کے قریب ہے فاسق معلن مثلاً داڑھی منڈا یا خشخاشی رکھنے والا یا کترواکر حدِ شرع سے کم کرنے والا، یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا، خصوصًا وہ جو چوٹی گُندھوائے اور اس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑے یا مغرق ٹوپی یا ساڑھے چار ماشے سے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو ۲ انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں، یا سُود خور یا ناچ دیکھنے والا اُن کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے۔

اور جو فاسق معلن نہیں، یا قرآن میں وُہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلافِ اولیٰ اور پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں، اور اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائلِ نماز و طہارت کا علم رکھتے ہوں تو انھیں کی امامت اولیٰ ہے، بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے، کہ اگرچہ عالم متبحر ہو وہی حکم کراہت رکھتا ہے۔ مگر جہاں جمعہ یا

عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں ان کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لیے جائیں، بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم، نہ ان کی نماز نماز ہے نہ اُن کے پیچھے نماز نماز، الغرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔ امام اُسے کیا جائے جو سنّی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ، صحیح القراءۃ، مسائلِ نماز و طہارت کا عالم، غیر فاسق ہو نہ اُس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو۔ یہ ہے اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل واطناب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۳،ص:۲۶۹/مترجم،ج:۶،ص:۶۲۵)

(۱۳) گرمی کی وجہ سے مسجد کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین جواب اس مسئلہ کا کہ سقفِ مسجد پر بسبب گرمی کے، نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے، ہاں اگر مسجد جماعت پر تنگی کرے نیچے جگہ نہ رہے تو باقی ماندہ لوگ چھت پر صف بندی کر لیں یہ بلا کراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے بشرط کہ حال امام مشتبہ نہ ہو۔

فی العالمگیریۃ: الصعود علی کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الااذاضاق المسجد فحٍ لایکرہ الصعود علی سطحہ، لضرورۃ کذا فی الغرائب. واللہ تعالیٰ اعلم.

عالمگیری میں ہے ہر مسجد کے اوپر چڑھنا مکروہ ہے، یہی وجہ ہے کہ شدید گرمی کے وقت اس کے اوپر جماعت کرانا مکروہ ہے البتہ اس صورت میں کہ مسجد نمازیوں پر تنگ ہو جائے تو ضرورت کی وجہ سے مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ نہیں، جیسا کہ غرائب

میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(ج:۳،ص:۵۷۵/مترجم،ج:۸،ص:۵۷)

(۱۴) عاق کردہ بیٹے کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز کسی نے مرض کی وجہ سے مسلسل چار جمعہ چھوڑ دیا تو کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ: (۱) باپ نے بیٹے کو عاق کر دیا اور پھر اس کی خطا معاف بھی کر دی تو اس کی خطا معاف ہوئی یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟ (۲) اگر کسی شخص سے چار جمعہ حالت مرض میں پے در پے ساقط ہو گئے تو پانچویں جمعہ میں نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: (۱) ہاں اگر وہ باپ کی نافرمانی اور باپ کو ناراض کرنے سے باز آیا اور سچے دل سے توبہ کی، تو خطا معاف ہو گئی اور اب اس کے پیچھے نماز جائز ہو جائے گی۔ اور اگر وہ نافرمانی وایذاے پدر سے باز نہ آیا تو ضرور سخت اشد فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، جس کا پھیرنا واجب ہے اور اسے امام بنانا گناہ۔ اگر چہ باپ اپنی مہربانی سے ہزار بار خطا معاف کر دے کہ یہ صرف باپ کی خطا نہیں، اللہ عزوجل کا بھی گناہ اور سخت گناہ شدیدہ کبیرہ ہے، تو فقط باپ کے معاف کیے کیوں کر معاف ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر مرض ایسا تھا کہ قابل حاضری جمعہ نہ تھا تو اس پر کچھ الزام نہیں، اور اگر حاضر ہو سکتا تھا اور کاہلی اور بے ہمتی سے نہ آیا تو فاسق ہے، اسے امام کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(ج:۳،ص:۲۲۲/مترجم،ج:۶،ص:۵۴۷)

(۱۵) آیت ما یجوز به الصلاۃ کی کتنی مقدار ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ آیت ما یجوز به

الصلاۃ کی کتنی مقدار ہے؟

الجواب: وُہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو۔ اور بہت نے اُس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو، تو ان کے نزدیک مُدھَامّتٰن اگرچہ پُوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے، جوازِ نماز کو کافی نہیں۔ اسی کو منیہ و ظہیریہ و سراج وہاج و فتح القدیر و بحر الرائق و در مختار وغیرہا میں اصح کہا اور امام اجل اسبیجابی و امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف مدھامّتٰن سے بھی نماز جائز ہے، اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا۔ دُر مختار میں ہے: أقلھا ستة أحرف و لو تقدیرا کلم یلد إلا اذاکانت کلمة فالأصح عدم الصحة. (اس آیت کے کم از کم چھ حروف ہوں، اگرچہ وُہ لفظاً نہ ہوں بلکہ تقدیراً ہوں، مثلاً "لم یلد" (کہ اصل میں لم یَوْلِدْ تھا) مگر اس صورت میں کہ جب وُہ آیت صرف ایک کلمہ پر مشتمل ہو تو اصح عدمِ صحتِ نماز ہے)۔

ہندیہ میں ہے: الاصح انه لا یجوز کذافی شرح المجمع لابن ملك، وھکذا فی الظھیریة والسراج الوھاج وفتح القدیر. (اصح یہی ہے کہ اس سے نماز جائز نہیں شرح مجمع لابن مالک میں اسی طرح ہے۔ ظہیریہ، سراج وہاج اور فتح القدیر میں بھی یونہی ہے۔)

فتح القدیر میں ہے: لو کانت کلمة اسماً او حرفاً نحو مدھامتٰن، ص، ق، ن فان ھذه اٰیات عند بعض القراء، اختلف فیه علی قوله و الأصح انه لا یجوز لأنه یسمی عادّا لا قارئا. (اگر وُہ آیت ایک کلمہ پر مشتمل ہے خواہ اسم ہو یا حرف مثلاً مدھامّتٰن، ص، ق، ن کیوں کہ یہ بعض قرا کے نزدیک آیات ہیں۔ ان کے قول پر اس میں اختلاف ہے اور اصح یہی ہے کہ یہ جوازِ نماز کے لیے کافی نہیں، کیوں کہ ایسے شخص کو قاری نہیں کہا جاتا، بلکہ شمار کرنے والا کہا جاتا ہے۔)

بحرالرائق میں اسے ذکر کرکے فرمایا: کذا ذکرہ الشارحون وھو مسلم فی ص و نحوہ، أ مافی "مدھامتٰن" فذکر الاسبیجابی وصاحب البدائع انه یجوز علی قول أبی حنیفة من غیر ذکر خلاف بین المشائخ. (شارحین نے اسے یوں ہی بیان کیاہے اور یہ بات "ص" وغیرہ میں تومسلّم ہے، مگرمدھامتٰن کے بارے میں اسبیجابی اور صاحبِ بدائع نے کہاکہ امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق یہ جوازِ نماز کے لیے کافی ہے اور انھوں نے مشائخ کے درمیان کسی اختلاف کاذکرنہیں کیا۔)

بدائع میں ہے: فی ظاھر الروایة قدر أدنی المفروض بالاٰیة التامة طویلة کانت أوقصیرة کقوله تعالٰی "مدھامتٰن" وماقاله أبوحنیفة اقیس. (ظاہرالروایہ کے مطابق فرض قراءت کی مقدار کم ازکم ایک مکمل آیت ہے وہ آیت لمبی ہو یا چھوٹی۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مدھامتٰن اورامام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے جوکچھ فرمایاہے وہی زیادہ قرینِ قیاس ہے۔)

اقول: اظہر یہی ہے مگر جب کہ ایک جماعت اُسے ترجیح دے رہی ہے تواحتراز ہی میں احتیاط ہے۔ خصوصًا اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جب کہ وقت قدر واجب سے کم رہاہوایسے وقت ثم نظر کہ بالاجماع ہمارے امام کے نزدیک ادائے فرض کوکافی ہے مدھامتٰن سے جلدادا ہوجائے گاکہ اس میں حرف بھی زائد ہیں اور ایک مد متّصل ہے جس کاترک حرام ہے، ہاں جسے یہی یاد ہواُس کے بارے میں وُہ کلام ہوگااور احوط اعادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۳، ص:۱۳۱/ مترجم، ج:۶، ص:۳۴۴)

(۱۶) فوت شدہ شخص کی قضاے عمری کی کیاصورت ہے؟

مسئله: کسی شخص نے عمر بھر نماز کبھی نہیں پڑھی، اب یہ شخص مرگیاتواس وقت اس کی قضاے عمری کی کیاصورت ہے؟ اس کااگر کوئی تدارک ہوسکے توکیاہے؟ بینواتوجروا

الجواب: اگر وقت بلوغ نہ معلوم ہو تو مرد کے لیے اس عمر سے بارہ برس اور عورت کے لیے ۹/ برس کم کریں اور باقی تمام برسوں کے دن کر کے ہر دن کی نماز کے لیے آٹھ سو دس تولے گیہوں کہ سو روپے بھر کے سیر سے کچھ کم نو سیر ہوئے یا سولہ سو بیس تولہ جو یا ان کی قیمت ادا کریں۔ کل کے ادا کی طاقت نہ ہو تو جس قدر پر قدرت ہو محتاج کو دے کر قابض کر دیں۔ محتاج اپنی طرف سے پھر ان کو ہبہ کر دے۔ یہ قبضہ کر کے پھر کفارہ میں محتاج کو دیں، وہ بعد قبضہ پھر ان کو ہبہ کر دے، یہ پھر قبضہ کر کے کفارہ میں دیں، یونہی دَور کرتے رہیں یہاں تک کہ ادا ہو جائے۔ عورت کی عادت حیض اگر معلوم ہو تو اس قدر دن اور نہ معلوم ہو تو ہر مہینے سے تین دن نو برس کی عمر سے پچاس برس کی عمر تک مستثنیٰ کریں۔ مگر جتنی بار حمل رہا ہو مدت حمل کے مہینوں سے ایام حیض کا استثنا نہ کریں۔ عورت کی عادت دربارۂ نفاس اگر معلوم ہو تو ہر حمل کے بعد اتنے دن مستثنیٰ کرے اور نہ معلوم ہو تو کچھ نہیں کہ نفاس کے لیے جانب اقل میں شرعاً کچھ تقدیر نہیں، ممکن ہے کہ ایک ہی منٹ آکر فوراً پاک ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ج:۳،ص:۶۲۰/ مترجم،ج:۸،ص:۱۵۴)

(۱۷) مغرب کی تیسری رکعت میں جماعت پانے والا اپنی بقیہ نماز کیسے پوری کرے؟

مسئله: س کہتا ہے جس کو مغرب کی تیسری رکعت جماعت کے ساتھ ملی وہ جب اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہو تو اپنی دوسری رکعت میں قعدہ کرے، کیوں کہ قاعدہ مصرحہ ہے مسبوق کی باقی ماندہ نماز قراءت کے لحاظ سے اول نماز اور بیٹھنے میں آخر نماز کا حکم رکھتی ہے۔ ع کہتا ہے مسبوق دوسری رکعت پر قعدہ نہ کرے کہ بعض کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور جو دوسری مرتبہ قعدہ کرے گا تو تینوں رکعات علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گی، پس سوال یہ ہے کہ قول س کا قابل عمل ہے یا ع کا۔ بینوا توجروا

الجواب: قول س کا صحیح ہے، ائمۂ فتوی سے اسی کا اختیار مفید ترجیح ہے، کتب معتمدہ میں اس کی تصریح ہے۔

درمختار میں ہے: یقضی اول صلاته فی حق قراءة واٰخرها فی حق تشهد فمدرك ركعة من غيرفجر ياتی بركعتين بفاتحة وسورة و تشهد بينهما و برابعة الرباعی بفاتحة فقط ولايقعد قبلها. قراءت کے حق میں وہ اپنی ابتدائے نماز اور تشہد کے حق میں آخر نماز تصور کرکے ادا کرے، فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔

خلاصہ و ہندیہ میں ہے: لو ادرك ركعة من المغرب قضی ركعتين وفصل بقعدة فتكون بثلث قعدات. اگر کسی نے مغرب کی ایک رکعت پائی تو وہ باقی ماندہ دو بجالائے اور ان کے درمیان قعدہ کے ساتھ فاصلہ کرے، تو یہاں تین قعدے ہوجائیں گے۔

یہاں تک کہ غنیہ شرح منیہ میں فرمایا اگر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو، یعنی ترک واجب کے سبب ناقص وواجب الاعادہ۔ البتہ استحساناً حکم جواز وعدم وجوب اعادہ دیا گیا کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے، ردالمحتار میں ہے:

قال فی شرح المنية: ولولم يقعد جاز استحساناً لاقياساً ولم يلزم سجودُ السهو لكون الركعة اولی من وجه.

شرح المنیہ میں فرمایا ہے اگر اس نے ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو اگرچہ قیاساً نماز درست نہیں مگر استحساناً درست ہے اور اس پر سجدہ سہو لازم نہیں کیوں کہ ایک لحاظ سے یہ پہلی رکعت ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ج:۳، ص:۳۹۲/ مترجم، ج:۷، ص:۲۳۳)

(۱۸)نماز ظہر کی چوتھی رکعت میں شامل ہوا، باقی رکعتیں کیسے پوری کرے؟

مسئلہ: نماز ظہر کی جماعت کھڑی ہوگئی ہے، میں نے وضو کیا تب تک تین رکعت خلاص ہوگئیں، چوتھی میں جاملا، اب میں تین رکعت کس ترتیب سے ادا کروں؟

الجواب: سلام امام کے بعد کھڑے ہوکر سبحٰنك اللھم الخ پہلے اگر نہ پڑھا تھا تو اب پڑھے، ورنہ اعوذ سے شروع کرے اور الحمد و سورت پڑھ کر رکوع و سجدہ کرکے بیٹھ کر التحیات پڑھے۔ پھر کھڑا ہوکر الحمد و سورت پڑھے اور رکوع و سجدہ کرکے بغیر بیٹھے کھڑا ہوجائے اور چوتھی رکعت میں فقط الحمد پڑھ کر رکوع و سجدہ کرکے التحیات پڑھے اور نماز تمام کرے۔

درمختار میں ہے: يقضي أول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق تشهد فمدرك ركعة من غيرفجر ياتي بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعي بفاتحة فقط ولايقعد قبلها. قراءت کے حق میں ابتدائے نماز اور تشہد کے حق میں آخر نماز تصور کرکے ادا کرے، فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت اور ان کے درمیان تشہد کے ساتھ ادا کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ج:۳، ص:۳۹۲/مترجم، ج:۷، ص:۲۳۵)

(۱۹)کہنی تک آستین چڑھا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستین کہنی تک چڑھی ہوئی نماز پڑھنی مکروہ ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب: ضرور مکروہ ہے اور سخت و شدید مکروہ ہے، صحاح ستّہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: أُمِرتُ أن اسجد على سبعة أعضاء وان

لاأكف شعرا ولاثوبا. (مجھے سات اعضا پر سجدہ کا حکم ہے اور اس بات کا کہ میں بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا اٹھاؤں۔)

صحیحین میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:اُمرت ان لااکف الشعر و الثياب. (مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بالوں اور کپڑوں کو اکٹھا نہ کروں۔)

تمام متون مذہب میں ہے:كره كف ثوبه. (کپڑوں کو اٹھانا مکروہ ہے)

فتح القدیر وبحرالرائق میں ہے: يدخل أيضا فى كف الثوب مشمر كميه. (کپڑا اٹھانے میں آستینوں کا چڑھانا بھی داخل ہے۔)

درمختار میں ہے: كره كف اى رفعه ولو لتراب كمشمركم أوذيل. (کپڑے کا اٹھانا اگرچہ مٹی کی وجہ سے ہو مکروہ ہے جیسا کہ آستین اور دامن کا چڑھانا۔)

ردالمحتار میں ہے: حرر الخير الرملى مايفيد أن الكراهة فيه تحريمية. (شیخ خیرالدین رملی کی عبارت اس بات کی مفید ہے کہ اس میں کراہت تحریمی ہے۔)

غنیہ میں ہے: يكره أن يكف ثوبه وهو فى الصلاة بعمل قليل بأن يرفعه من بين يديه أو من خلفه عندالسجود أو يدخل فيهاوهو مكفوف كما اذا دخل وهومشمرا لكم أوالذيل.(عمل قلیل کے ساتھ نماز میں کپڑا چڑھانا مکروہ ہے بایں طور کہ پیچھے یا آگے سے سجدہ کے وقت اٹھائے یا نماز میں کپڑا اٹھائے ہوئے داخل ہونا جیسا کہ نماز میں داخل ہوتے وقت اس نے آستین یا دامن چڑھایا ہوا تھا۔)

علامتین محققین جلیلین شارحین منیہ تحقیق فرماتے ہیں کہ اکثر کلائی پر سے آستین چڑھی ہونا ہی کراہت کو کافی ہے اگرچہ کہنی تک نہ ہو۔

غنیہ میں ہے: (و) يكره أيضا (أن يرفع كمه) أى يشمره (الى المرفقين) وهذا قيد اتفاقى فانه لو شمر إلى مادون المرفق يكره أيضا لأنه كف للثوب، وهو منهى عنه فى الصلاة لما مر. وهذا اذاشمره خارج

الصلوٰۃ وشرع فی الصلوٰۃ وھو کذٰلک أما لو شمرہ فی الصلاۃ تفسد لانہ عمل کثیر. (اور یہ بھی مکروہ ہے (کہ آستین اٹھائی) یعنی چڑھائی ہو (کہنیوں تک) اور یہ قید اتفاقی ہے، کیوں کہ کہنیوں کے نیچے تک بھی چڑھائی ہوں تب بھی کراہت ہے کیوں کہ یہ کپڑے کا اٹھانا ہے حالاں کہ وہ نماز میں ممنوع ہے جیسا کہ اس پر احادیث گزری ہیں۔ اور یہ اس وقت ہے جب اس نے نماز سے باہر آستین کو چڑھائی تھی اور اسی حال میں نماز شروع کردی اور اگر دوران نماز آستین چڑھاتا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی کیوں کہ یہ عمل کثیر ہے۔)

حلیہ میں ہے: ینبغی أن یکرہ تشمیرھما الٰی مافوق نصف الساعد لصدق کف الثوب علی ھذا. (آستینوں کا نصف کلائی کے اوپر تک اٹھانا بھی مکروہ ہونا چاہیے کیوں کہ اس پر بھی کپڑا اٹھانا صادق آرہا ہے)

تو لازم ہے کہ آستینیں اتار کر نماز میں داخل ہو، اگرچہ رکعت جاتی رہے۔ اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھے تو اعادہ کی جائے کما ھو حکم صلاۃ ادیت مع الکراھۃ کمافی الدر وغیرہ (جیسا کہ ہر اس نماز کا حکم ہے جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو جیسا کہ در وغیرہ میں ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۳،ص:۴۲۳/مترجم،ج:۷،ص:۳۰۹)

(۲۰) قضاے عمری کا آسان طریقہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ جس پر قضا نمازیں زیادہ ہوں وہ ان کی نیت کیوں کر کرے اور قضا میں کیا کیا نماز پھیری جاتی ہے؟ اور جس کے ذمہ قضائیں بہت کثیر ہیں، جن کی ادا سخت دشوار ہے تو آیا اس کے لیے کوئی تخفیف نکل سکتی ہے جس سے ادا میں آسانی ہو جائے کہ ادا میں جلدی منظور ہے کہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: قضا ہر روز کی نماز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے دو فرض فجر کے،

چار ظہر، چار عصر، تین مغرب، چار عشا، تین وتر۔ اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے کہ نیت کی میں نے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر جو مجھ سے قضا ہوئی، اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نمازیں بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی کے لیے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار "سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلی" کی جگہ صرف ایک بار کہے، مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہیے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سبحان کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اس وقت رکوع سے سر اٹھائے اسی طرح جب سجدوں میں پورا پہنچ لے اس وقت تسبیح شروع کرے اور جب پوری تسبیح ختم کر لے اس وقت سجدہ سے سر اٹھائے۔

بہت سے لوگ جو رکوع سجدہ میں آتے جاتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں، بہت غلطی کرتے ہیں۔ ایک تخفیف کثرت قضا والوں کی یہ ہو سکتی ہے۔ دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں "الحمد شریف" کی جگہ "سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ" تین بار کہہ کر رکوع میں چلے جائیں، مگر وہی خیال یہاں بھی ضرور ہے کہ سیدھے کھڑے ہو کر "سبحان اللہ" شروع کریں اور "سبحان اللہ" پورے کھڑے کھڑے کہہ کر رکوع کے لیے سر جھکائیں، یہ تخفیف فقط فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں ہے وتروں کی تینوں رکعتوں میں "الحمد" اور "سورت" دونوں ضرور پڑھی جائیں، تیسری تخفیف پچھلی "التحیات" کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ صرف "اللھم صلی علی محمد و الہ" کہہ کر سلام پھیر دیں۔ چوتھی تخفیف وتروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک یا تین بار "رب اغفر لی" کہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ج:۳، ص:۶۲۱/مترجم، ج:۸، ص:۱۵۷) * * * * *

۳ باب زکوۃ

----

(۲۱) زکوۃ دینے کی بجائے کھانا کھلایا یا کپڑا بنادیا، زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے علمائے دین اس صورت میں کہ اگر کسی شخص نے عوض اس زر زکوٰۃ کے جو اس کے ذمّہ واجب ہے، محتاجوں کو کھانا کھلادیا، یا کپڑے بنادیے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زر زکوٰۃ کے عوض محتاجوں کو کپڑے بنادینا، انھیں کھانا دے دینا جائز ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی خاص روپیہ ہی دینا واجب نہیں، مگر ادائے زکوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر مال کا محتاجوں کو مالک کر دیا جائے۔ اسی واسطے اگر فقرا و مساکین کو مثلاً اپنے گھر بلا کر کھانا پکا کر بطریقِ دعوت کھلادیا تو ہرگز زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، کہ یہ صورت اباحت ہے نہ کہ تملیک، یعنی مدعو اس طعام کو ملکِ داعی پر کھاتا ہے اور اس کا مالک نہیں ہو جاتا۔ اسی واسطے مہمانوں کو روا نہیں کہ طعامِ دعوت سے بے اذنِ میزبان گداؤں یا جانوروں کو دے دیں، یا ایک خوان والے دوسرے خوان والے کو اپنے پاس سے کچھ اٹھا کر دیں، یا بعد فراغ جو باقی بچے اپنے گھر لے جائیں۔

فی الدرالمختار: لو أطعم يتيماً ناو يا الزكوٰة لا يُجز يه الااذادفع اليه المطعوم كما لو كساه انتهى قوله: كما لو كساه، أى: كما يجز يه طحطاوى عن الحلبى. وفى الحاشية الطحطاو ية أيضا فى باب المصرف لايكفى فيها الإطعام إلابطر يق التمليك، ولو أطعمه عنده نا و يا الزكوٰة لا يكفى انتهى.

(در مختار میں ہے کہ کسی نے یتیم کو بنیتِ زکوٰۃ کھانا کھلایا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، مگر اس صورت میں کہ جب کھانا اس کے سپرد کر دیا گیا ہو، جیسا کہ اگر اسے لباس پہنا دیا گیا ہو۔ انتہی قولہ "کمالو کساہ" یعنی اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اھ۔ طحطاوی عن الحلبی۔ اور حاشیہ طحطاویہ کے باب المصرف میں یہ بھی ہے کہ کھانا کھلا دینا کافی نہیں، البتہ اگر مالک کر دے تو پھر کافی ہے، اور اگر کسی نے نیتِ زکوٰۃ سے کھانا کھلایا تو کافی نہ ہوگا انتہی۔)

ہاں اگر صاحبِ زکوٰۃ نے کھانا خام خواہ پختہ مستحقین کے گھر بھجوا دیا یا اپنے ہی گھر کھلایا، مگر بتصریح پہلے مالک کر دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، فان العبرة للتمليك و لا مدخل فيه لأ كله في بيت المزكي أو إرساله إلى بيوت المستحقين وما ذكره الطحطاوي محمول على الدعوة المعروفة فانها المتبادرة منه وإنها لا تكون إلا على سبيل الإباحة، والله تعالىٰ اعلم.

(کیوں کہ اعتبار تملیک کا ہے اس میں اس کا کوئی دخل نہیں کہ زکوٰۃ دینے والے کے گھر کھانا کھایا یا مستحق لوگوں کے گھر بھیج دیا ہو۔ اور جو طحطاوی نے ذکر کیا وہ دعوتِ معروفہ پر محمول ہے کیوں کہ اس سے متبادر ہے کہ یہ دعوت بطورِ تملیک نہیں ہوتی بلکہ بطورِ اباحت ہوتی ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴، ص:۳۸۰/ مترجم، ج:۱۰، ص:۷۰)

(۲۲) ادائے زکوٰۃ کی مالیت میں اعتبار اصل قیمت کا ہے

مسئلہ: زید طبابت کا پیشہ کرتا ہے اور کچھ گولیاں اس کے پاس ہیں کہ بحساب فی روپیہ ۴۰ر گولیاں علی العموم بیماروں کو دیتا ہے، لیکن چار گولیوں کی اصل لاگت چار پیسے ہے، جب مطب میں کوئی غریب مصرفِ زکوٰۃ آجاتا ہے تو ۴۰ر گولی مذکور الصدر، جس کی قیمت اصلی ۴۰ر پیسے ہے، دے کر ایک روپیہ ادائے زکوٰۃ میں شمار کرتا ہے، اس صورت میں بموجب اس کے خیال کے ایک روپیہ زکوٰۃ میں سے ادا ہوگا یا

ایک آنہ جو لاگتِ اصلی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ہر چند ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنے پیشہ کی چیز برضائے مشتری ہزار روپے کو بیچے، جب کہ اس میں کذب و فریب و مغالطہ نہ ہو۔ مگر زکوٰۃ وغیرہا صدقاتِ واجبہ میں جہاں شئ واجب کی جگہ اس کی غیر کوئی چیز دی جائے تو صرف بلحاظِ قیمت جانبین ہی دی جا سکتی ہے۔

فی التبیین: لو أدی من خلاف جنسه تعتبر القیمة با لا جماع . وفی التتار خانیة عن التحفة: الواجب فی الإبل الأ نوثة حتی لا یجوز الذکور إلا بطر یق القیمة اھ . وفی محیط الامام السرخسي فی صدقة الفطر: أن دقیق الحنطة والشعیر و سو یقهما مثلهما، و الخبز لا یجوز إلا با عتبار القیمة و هو الاصح اھ الکل فی الهندیة.

(تبیین میں ہے کہ اگر شئ کے غیر جنس سے زکوٰۃ ادا کرنا ہو تو بالاتفاق قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اور تاتارخانیہ میں تحفہ سے ہے کہ اونٹوں میں اگر مؤنث لازم ہے تو اب مذکر سے ادائیگی جائز نہیں مگر بطورِ قیمت۔ امام سرخسی کی محیط کے صدقۃ الفطر میں ہے کہ گندم و جَو کا آٹا اور ان کے ستّو ایک دوسرے کی مثل ہیں، لیکن روٹی نہیں دی جا سکتی۔ ہاں قیمت کے اعتبار سے، اور یہی اصح قول ہے۔)

اور قیمت وُہ کہ نرخ بازار سے جو حیثیت شئ کی ہو، نہ وہ کہ بائع اور مشتری میں اُن کی تراضی سے قرار پائے کہ وہ ثمن ہے۔

فی ردالمحتار: الفرق بین الثمن والقیمة أن الثمن ما تراضی علیه المتعاقدان، سواء زاد علی القیمة أو نقص، والقیمة ما قوم به الشئی بمنزلة المیعار من غیر ز یاده ولا نقصان.

(ردالمحتار میں ہے کہ ثمن اور قیمت میں فرق ہے، جس پر متعاقدین راضی

ہوجائیں وہ ثمن ہوں گے خواہ قیمت شئ سے زائد ہو یا کم۔ اور بغیر کسی کمی و زیادتی کے شئ کے معیاری عوض کا نام قیمت ہے۔)

تو اُن گولیوں کی بہ لحاظ نرخ بازار جس قدر مالیّت ہو اسی قدر زکوٰۃ میں مجرا ہوں گے، اُس سے زائد دینِ الٰہی رہا کہ فوراً واجب الادا ہے۔ ہاں اگر زیادہ محسوب کرنا چاہے تو اس کی سبیل یہ نہیں، بلکہ یُوں ہے کہ مصرف زکوٰۃ کو گولیاں ہبۃً نہ دے اس کے ہاتھ بیع کرلے، اب بیع میں اختیار ہے جو ثمن چاہے اس کی رضامندی سے ٹھہرالے اگرچہ شئ کی حیثیت سے کتنا ہی زائد ہو بشرط کہ مشتری عاقل بالغ ہو، اور اسے سمجھا دے کہ اگر تیرے پاس قیمت نہیں تو اس کا اندیشہ نہ کر، میں خود اپنے پاس سے تجھے دے کر سبک دوش کر دوں گا۔ اب مثلاً ۴ر گولیاں ایک روپیہ کو اس کے ہاتھ بیچے وُہ خریدے، اس کا ایک روپیہ اس پر دین ہوگیا، پھر ایک روپیہ بہ نیت زکوٰۃ اسے دے کر قبضہ کرادے، پھر اپنے آتے میں روپیہ اس سے واپس لے، اگر وہ عذر کرے تو جبراً لے سکتا ہے کہ اتنی میں وُہ اس کا مدیون ہے، یوں اسے ۴ر گولیاں مفت ملیں گی اور اس کی زکوٰۃ سے ایک روپیہ ادا ہوجائے گا۔

فی الدر المختار: حیلة الجواز أن یعطی مدیونه الفقیر زکوٰته ثم یاخذها من دینه ولو امتنع المدیون مدّیده وأخذ ها لکونه ظفر بجنس حقه. واللہ تعالیٰ اعلم.

(در مختار میں ہے کہ حیلہ جواز یہ ہے کہ آدمی اپنے مقروض فقیر کو زکوٰۃ دے پھر اس سے قرضہ وصول کرے، اگر مقروض نہ دے تو چھین لے کیوں کہ وہ اپنے حق کی جنس پر قادر ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم (ج:۴، ص:۴۳۹/ مترجم، ج:۱۰، ص:۱۸۴)

(۲۳) اپنے باپ کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین متین اس بارے میں کہ، میں اپنی زکوٰۃ کا روپیہ اپنے والد کو کسی حیلہ سے دے سکتی ہُوں یانہیں؟ کیوں کہ والد ایسی غربت میں ہیں کہ باہر نکلنے بیٹھنے میں شرم آتی ہے اور وہ ایک آبرو دار آدمی ہیں اور نہ کوئی ایسا آدمی ہے کہ میں اس آدمی کو دے دُوں وُہ اپنی طرف سے بھی والد کو دے۔ اس صورت میں کسی حیلہ سے اپنے والد کو زکوٰۃ کا پیسہ دے سکتی ہُوں یانہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: باپ کو زکوٰۃ دینا کسی طرح جائز نہیں، نہ اُس کی دی زکوٰۃ ادا ہو سکے۔ یہ بات اگر واقعی ہے کہ باپ ایسا ہی حاجتمند ہے اور سائلہ میں یہ طاقت نہیں کہ زکوٰۃ بھی دے اور باپ کی بھی خدمت کرے اور ایسا اطمینان کا شخص کوئی نہیں پاتی کہ اسے زکوٰۃ دے اور وُہ اپنی طرف سے اُس کے باپ کو دیں، تو اس کا یہ طریقہ ممکن ہے کہ مثلاً دس روپیہ زکوٰۃ کے دینے ہیں اور چاہتی ہے کہ یہ روپیہ اُس کے باپ کو پہنچے تو کسی فقیر مصرف زکوٰۃ کے ہاتھ مثلاً دس سیر یا پانچ سیر گیہوں دس روپیہ کو بیچے اور اسے سمجھا دے کہ زرِ ثمن ادا کرنے کی تمھیں دقت نہ ہوگی ہم زکوٰۃ دیں گے اسی سے ادا کر دینا، جب وُہ بیع قبول کرے گیہوں اس کو دے دے، اب اُس کے دس درہم بابت ثمن گندم اُس پر قرض ہوگئے اُس کے بعد اسے دس روپیہ زکوٰۃ میں دے کر قبضہ کرادے زکوٰۃ ادا ہوگئی پھر گیہوں کی قیمت میں روپے واپس لے، وہ یوں نہ دے تو جبراً لے سکتی ہے کہ وہ اس کا مدیون ہے، اب یہ روپیہ اپنے باپ کو دے دے۔

درمختار میں ہے: حیلة الجواز أن یعطی مدیونه الفقیر زکوٰته ثم یاخذها عن دینه ولو امتنع المدیون مدیّده وأخذها لکونه ظفر بجنس حقه فان مانعه رفعه للقاضی. (حیلہ جواز یہ ہے کہ اپنے مقروض فقیر کو زکوٰۃ دی جائے پھر قرض کے عوض اس سے وہ رقم واپس لے لی جائے، اگر مقروض نہ مانے تو اس سے چھین لی جائے کیوں کہ یہ اپنے مال کے حصول پر قدرت کی صورت ہے، اگر اس میں

بھی رکاوٹ بنے تو معاملہ قاضی کے پاس لے جایا جائے۔)

مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ محتاج باپ کا نفقہ اُس کی سب غنی اولاد پر لازم ہے، بیٹا بیٹی سب پر برابر، تو اگر تنہا یہی اس کی اولاد ہے تو اس پر اس کا کل خرچ کھانے، پہننے رہنے کے مکان کا لازم ہے، اور اگر اور بھی ہیں تو حصّہ رسد، اور زکوٰۃ بھی اللہ عزوجل کا غنی پر فرض ہے حیلہ کرکے دو واجبوں میں ایک کو ساقط نہ کرے، اللہ عزّوجل دلوں کی نیت جانتا ہے، ہاں حقیقۃً قدرت نہ ہو تو حیلہ مذکورہ عمدہ وسیلہ ہے جس سے دونوں واجب ادا ہوسکیں۔ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط. (اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔) واللہ تعالیٰ اعلم

(ج:۴، ص:۴۷۷/۴/ مترجم، ج:۱۰، ص:۲۶۵)

(۲۴) زیور کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے، مرد کے یا عورت کے؟

مسئلہ: زید کی بیوی ہندہ صاحبِ نصاب ہے اور مال از قسم زیورات ہے جو خاص ہندہ کی ملکیت ہے، یعنی وُہ اپنے میکے سے لائی ہے۔ زید اس کو ادائے زکوٰۃ کی ہدایت کرتا ہے مگر اس کی سمع قبول میں نہیں آتی ہے۔ تو یہ فرمائیے کہ شوہر سے اُس کے عصیاں پر مواخذہ ہے یا نہیں اور اس کی طرف سے درانحالیکہ اس کی آمدنی وجہ کفاف سے بیش نہیں، ادائے زکوٰۃ کا مکلّف شرعًا ہوسکتا ہے یا نہیں اور اُس عورت پر زجر اور فہمائش کی ضرورت ہو تو کس حد تک؟ اور اگر زید نے اپنے روپیہ سے کچھ زیور بنوا کر ہندہ کو دیا ہو تو اس زیور پر کیا حکم ہے؟

الجواب: زیور کہ ملکِ زن ہے اس کی زکوٰۃ شوہر کے ذمہ ہرگز نہیں، اگرچہ اموالِ کثیرہ رکھتا ہو، نہ اس کے نہ دینے کا اس پر کچھ وبال وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ع. (کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی) اس پر تفہیم و ہدایت اور بقدر

مناسب تنبیہ و تاکید (جس کی حالت اختلاف حالات مرد وزن سے مختلف ہوتی ہے) لازم ہے۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا. (اپنے آپ اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ)

اور وُہ زیور کہ عورت کو دیا اور اس کی مِلک کر دیا اُس پر بھی یہی حکم ہے، اور اگر مِلک نہ کیا بلکہ اپنی ہی مِلک میں رکھا اور عورت کو صرف پہننے کو دیا تو بے شک اس کی زکٰوۃ مرد کے ذمّہ ہے جب کہ خود دیا یا دوسرے مال سے مل کر قدر نصاب فاضل عن الحاجۃ الاصلیہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴، ص۴۰۹/ مترجم، ج:۱۰، ص:۱۳۲)

(۲۵) بینک میں جو رقم جمع ہے اس پر ہر سال زکٰوۃ واجب ہے یا رقم ملنے کے بعد؟

مسئلہ: میں نے مبلغ سو روپیہ سیونگ بینک میں جمع کر رکھا ہے وُہ پورا سال بھر میرے قبضہ میں نہیں رہا، اس پر زکٰوۃ واجب ہے؟ یا جب دو یا تین سال وغیرہ میں برآمد کر کے قبضہ میں لیا جائے اس وقت زکٰوۃ دی جائے؟ اور جب قبضہ میں آئے تو ہر سال کی بابت زکٰوۃ دی جائے یا صرف اسی سال قبضہ والے کی بابت؟

الجواب: وہ جب تک بینک میں ہے اپنے قبضے میں سمجھا جائے گا اور ہر سال اُس پر زکٰوۃ واجب ہوگی خواہ سال بسال ادا کرتا رہے یا جب اس میں سے گیارہ روپے سوا تین آنے کی وصول ہو اُس میں سے چالیسواں حصہ دے اور جتنے برس رہا ہے سب برسوں کی زکٰوۃ واجب ہوگی۔ ہاں ہر سال اگلے برسوں کی زکٰوۃ کی قدر اس پر دین سمجھ کر اتنا زکٰوۃ سے جُدا رہے گا۔

مثلاً دو سو روپیہ جمع ہیں تو پہلے سال دو سو پر پانچ روپیہ تقریبًا واجب ہُوئے، دوسرے سال پانچ روپیہ سال گزشتہ کی زکوٰۃ کے اُس پر واجب ہیں لہذا اس سال ایک سو پنچانوے پر زکٰوۃ واجب ہوگی، تقریبًا چار روپے چودہ آنے۔ تیسرے سال اُس پر دو سال کی

زکوٰۃ کے نو روپے چودہ آنے قرض ہیں یہ مستثنیٰ ہوکر ایک سو نوّے روپے دو آنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی، وعلیٰ ھذا القیاس۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴،ص:۴۱۵/مترجم،ج:۱۰،ص:۱۴۱)

(۲۶) باپ نے بالغ و نابالغ بچیوں کی شادی کے لیے روپیہ جمع کیا ہے، زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے تین لڑکیوں کی شادی کے واسطے روپیہ علٰحدہ کردیا ہے، جس میں سے دو لڑکیاں نابالغ ہیں اور ایک قابل ہے شادی کے، اب زید پر اس روپیہ کی زکوٰۃ دینا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: ضرور واجب ہے۔ مگر اُس حالت میں ہر نابالغہ کا حصّہ جُدا کرکے یہ کہہ دے کہ میں نے اسے اُس کا مالک کِیا، اس کی زکوٰۃ ان کے بلوغ تک کسی پر واجب نہ ہوگی، بعد بلوغ اگر شرائطِ زکوٰۃ پائے گئے تو ان لڑکیوں پر واجب ہوگی اور بالغہ کا حصّہ جُدا کرکے اُسے مالک کردے اور اس کے قبضے میں دے دے اگرچہ پھر اس سے لے کر اپنے پاس رکھ لے، اس حصّہ کی زکوٰۃ حسبِ شرائط اُس بالغہ پر ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ج:۴،ص:۴۱۷/مترجم،ج:۱۰،ص:۱۴۴)

(۲۷) زکوٰۃ کی رقم تجارت میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ: اگر چند اشخاص دولت مند کئی ہزار روپے زکوٰۃ کا جمع کرکے چند معتبر لوگوں کے سپرد اس غرض سے کریں کہ وہ روپیہ حقدارانِ زکوٰۃ کو ان کے حسبِ ضرورت دیا جائے۔ وُہ لوگ جن کی سپردگی میں مالِ زکوٰۃ دیا گیا ہے وہ اس مال کو بڑھانے کی غرض سے تجارت میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ یا کسی تاجر کی شرکت میں شامل

کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب: ان لوگوں پر فرض ہے کہ وُہ روپیہ مستحقینِ زکوٰۃ پر تقسیم کردیں۔ اُس سے تجارت کرنا ان کو حرام ہے جب تک اذنِ جملہ مالکان نہ ہو۔ اور مالکوں کو بھی جائز نہیں کہ اگر اُن پر زکوٰۃ کا پورا سال ہوچکا ہو تو زکوٰۃ روکیں اور تجارت کے منافع حاصل ہونے پر ملتوی کریں۔ سال تمام پر زکوٰۃ فوراً فوراً ادا کرنا واجب ہے، ہاں جس نے پیشگی دیا ہُو، ابھی سال تمام اُس پر نہ آیا ہو، وہ سال تمام آنے تک ٹھہر سکتا ہے، پھر اگر یُوں کرے کہ مثلاً ہزار روپے سال آئندہ کی زکوٰۃ کی نیت سے تجارت میں لگادے کہ ان سے جو نفع ہو وہ بھی مع ان ہزار کے فقرا کو دے گا تو یہ نہایت محبوب عمل ہے، وفيه حديث من زرع شعيراجرة الاجير وحصل منه اموالا فلما جاء الاجير سلم كلها اليه ففرج الله به منه وهم اصحاب الرقيم رضى الله تعالىٰ عنهم. (اس بارے میں وُہ حدیث ہے کہ جس نے مزدور کی اُجرت جَو کو بویا اور اس سے جو اموال حاصل ہوئے جب مزدور آیا تو وُہ تمام اموال اسے دے دیے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں کو راستہ دیا جب وہ غار میں پھنس گئے تھے اور وُہ اصحاب کہف (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہیں۔)

مگر یہ ضرور ہے کہ اگر تجارت میں نقصان ہو تو نقصان فقرا پر نہیں ڈال سکتا، اُن کو سال تمام پر پورے ہزار دینے لازم ہوں گے۔ (ج:۴، ص:۴۲۷/مترجم، ج:۱۰، ص:۱۵۹)

(۲۸) پیشہ ور فقیروں کو زکوٰۃ کا مال دینے سے زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں ؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پیشہ ور گداگروں کو زکوٰۃ و خیرات کا مال دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں ؟ اور مذہبی و تمدنی نقطہ نظر سے کہاں تک یہ گروہ زکوٰۃ کا مستحق ہے ؟ اور پیشہ ور گداگروں کی ہمت افزائی نہ کرنا کہاں تک جائز ہے ؟

الجواب : گدائی تین قسم کی ہے: ایک غنی مالدار جیسے اکثر جوگی اور سادھو بچے، انھیں سوال کرنا حرام اور انھیں دینا حرام، اور اُن کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی، فرض سر پر باقی رہے گا۔

دوسرے وُہ کہ واقع میں قدرِ نصاب کے مالک نہیں، مگر قوی و تندرست کسب پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں جو ان کے کسب سے باہر ہو، کوئی حرفت یا مزدوری نہیں کی جاتی، مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں انھیں سوال کرنا حرام، اور جو کچھ انھیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں خبیث کہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا: لاتحل الصدقة لغنی ولا لذی مرة سوی. (صدقہ حلال نہیں کسی غنی کے لیے اور نہ کسی توانا و تندرست کے لیے۔)

انھیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے، لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں۔ قال اللہ تعالیٰ: وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ۔ (اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو)

مگر ان کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی جب کہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں، قال اللہ تعالیٰ: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ. (اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے صدقات فقرا کے لیے ہیں۔)

تیسرے وُہ عاجز ناتواں کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت، یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہیں، انھیں بقدرِ حاجت سوال حلال، اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لیے طیّب، اور یہ عمدہ مصارفِ زکوٰۃ سے ہیں اور انھیں دینا باعثِ اجرِ عظیم، یہی ہیں وُہ جنھیں جھڑکنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴، ص:۴۶۸)

(۲۹) مالِ زکوٰۃ اسلامی مدرسہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مالِ زکوٰۃ مدرسہ اسلامیہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مدرسہ اسلامیہ اگر صحیح اسلامیہ خاص اہلسنت کا ہو۔ نیچریوں، وہابیوں، قادیانیوں، رافضیوں، دیوبندیوں وغیرہم مرتدین کا نہ ہو تو اس میں مالِ زکوٰۃ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے کہ مہتمم اس مال کو جُدا رکھے اور خاص تملیک فقیر کے مصارف میں صرف کرے مدرسین یا دیگر ملازمین کی تنخواہ اس سے نہیں دی جاسکتی۔ نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے، نہ یہ ہوسکتا ہے کہ جن طلبہ کو مدرسہ سے کھانا دیا جاتا ہے اُس روپے سے کھانا پکا کر اُن کو کھلایا جائے کہ یہ صورتِ اباحت ہے اور زکوٰۃ میں تملیک لازم۔ ہاں یُوں کرسکتے ہیں کہ جن طلبہ کو کھانا دیا جاتا ہے اُن کو نقد روپیہ بہ نیّت زکوٰۃ دے کر مالک کردیں پھر وُہ اپنے کھانے کے لیے واپس دیں، یا جن طلبہ کا وظیفہ نہ اجرۃً بلکہ محض بطور امداد ہے اُن کے وظیفے میں دیں یا کتابیں خرید کر طلبہ کو اُن کا مالک کردیں۔ ہاں اگر روپیہ بہ نیّت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دے کر مالک کردیں وُہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو تنخواہ مدرسین وملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴،ص:۴۶۸/ج:۱۰،۲۵۳)

(۳۰) سیدوں کو زکوٰۃ لینا اور ان کو دینا کیسا ہے؟

مسئلہ: فی زمانہ سیّدوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں، فاقوں تک بعض کی نوبت پہنچی ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ لینا یا بغیر اس عذر کے بھی زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: سیّد کو زکوٰۃ لینا (اور ان کو) دینا حرام ہے، اور اسے دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اور فاقوں پر نوبت اگر اس بنا پر ہو کہ نوکری یا مزدوری پر قدرت ہے

اور نہیں کرنا چاہتا تو یہ فاقہ بھی عذر نہیں ہوسکتا کہ یہ اپنے ہاتھ کا ہے، کیوں نہیں کسبِ حلال کرتا؟ اور اگر واقعی کسب پر قادر نہیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کی اعانت کریں، اور اگر لوگ بے پروائی کریں اور اُسے کوئی ذریعہ رزق کا سوا زکوٰۃ لینے کے نہ ہو تو بقدر ضرورت لے اور قدر ضرورت میں صرف کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج:۴، ص:۴۷۶/ج:۱۰، ص:۲۶۷)

☆☆☆☆☆

۴ باب روزہ

(۳۱) سفر میں روزہ رکھنے کا حکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں روزہ رکھنا کیسا ہے؟ خاص کر کے لڑائی کے موقع پر جانا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: جو اپنے گھر سے تین منزل کامل یا زیادہ کی راہ کا ارادہ کرکے چلے خواہ کسی نیت اچھی یا بُری سے جانا ہو، وُہ جب تک مکان کو پلٹ کر نہ آئے، یا بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کرلے، مسافر ہے۔ ایسے شخص کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کے حال میں آئے اُس دن کا روزہ ناغہ کرنا اور پھر کبھی اس کی قضا رکھ لینا جائز ہے۔ پھر اگر روزہ اسے نقصان نہ کرے، نہ اُس کے رفیق کو اُس کے روزہ سے ایذا ہو جب تو روزہ رکھنا ہی بہتر ہے، ورنہ قضا کرنا بہتر ہے۔

فی الدر المختار: لمسافر سفراً شرعیاً ولو بمعصیة، الفطر، و یندب الصوم إن لم یضره فان شق علیه أو علی ر فیقه فالفطر افضل لمو افقة الجماعة، یجب علی مقیم اتمام صوم یوم من رمضان سافر فی ذٰلك الیوم.

(در مختار میں ہے: وُہ مسافر جس کا سفر شرعی مقدار کے برابر ہو، خواہ گناہ کی خاطر ہو، روزہ چھوڑ سکتا ہے اور اگر اسے روزہ تکلیف نہ دے تو روزہ رکھنا مستحب ہے، اور اگر روزہ مشکل ہو یا اس کے ساتھی پر مشکل ہو تو پھر جماعت کی موافقت میں افطار افضل ہے۔ مقیم پر اس روزۂ رمضان کا اتمام لازم ہے جس دن اس نے سفر شروع کیا۔)

یُونہی غازی اگر یقینا جانے کہ اب دشمن سے مقابلہ ہونے والا ہے اور روزہ

رکھوں گا تو ضعف کا اندیشہ ہے تو وُہ بھی ناغہ کرے، اگرچہ سفر میں نہ ہو۔

فی ردالمحتار، عن النهر، عن الخلاصة: الغازی إذا کان یعلم یقیناً أنه یقاتل العدو فی رمضان ویخاف الضعف ان لم یفطر، أفطر.

(ردالمحتار میں نہر سے خلاصہ سے ہے کہ غازی کو جب یقین ہو کہ رمضان میں دشمن سے مقابلہ ہو گا اور اگر روزہ رکھا تو کمزور ہو جائے گا تو روزہ نہ رکھے۔) مگر یہ اجازت بلا سفر صرف اُسی کو مل سکتی ہے جو حمایت یا اعانتِ دینِ اسلام میں لڑتا ہو، باقی ملکی لڑائیاں یا معاذاللہ کفر کی حمایت یا کافر کی طرف ہو کر اگرچہ دوسرے کافر ہی سے لڑنا، یہ سب گناہ ہیں۔ گناہ پر طاقت کے لیے روزہ قضا کرنے کی اجازت ممکن نہیں۔

فی مستامن فتح القدیر: فرع نفیس فی المبسوط لوغار قوم من أهل الحرب علی أهل الدارالتی فیهم المسلم المستامن لایحل له قتال هٰؤلاء الکفار إلا إن خاف علیٰ نفسه؛ لأن القتال لما کان تعر یضا لنفسه علی الهلاك لایحل إلا لذٰلك اولا علاء کلمة الله تعالیٰ وهو اذالم یخف علی نفسه لیس قتاله لهٰؤلاء الاعلاء لکفر.

(فتح القدیر کے باب المستامن میں ہے کہ مبسوط میں نہایت نفیس جزئیہ ہے کہ اگر اہلِ حرب میں سے کچھ لوگوں نے کسی ایسے علاقے پر حملہ کر دیا جس میں کسی مسلمان نے پناہ لے رکھی تھی تو اس مسلمان کے لیے ان کفار کے ساتھ لڑائی کرنا جائز نہ ہو گا، البتہ اس صورت میں جب اسے اپنی جان کا خوف ہو، کیوں کہ قتال میں اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرنا ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب اپنی جان کا خوف ہو یا کلمۃ اللہ تعالیٰ کی سربلندی کے لیے ہو، اور جب اسے اپنے نفس کا خوف نہیں تو اب اس کا قتال سوائے کفر کی بلندی کے کُچھ نہ ہو گا۔)

ہاں جب یہ لوگ سفر میں ہوں تو بوجہ سفر اجازت ہو گی اگرچہ وُہ سفر جانب

سقرہو۔ كما قدمنا عن الدرالمختار والخلاف فيه معروف بيننا وبين الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عن الجميع. واللہ تعالیٰ اعلم.

(ج:۴،ص:۵۱۷/مترجم،ج:۱۰،ص:۳۴۷)

(۳۲)روزہ کی حالت میں پان، تمباکو کھانا کیسا ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جولوگ پان یا تمباکو یا نسوار کے عادی ہیں وہ اگر روزہ کی حالت میں پان تمباکو نسوار (ناک میں سونگھنے کا پسا ہوا سوکھا تمباکو) منہ میں رکھ لیں اور اس کا جرم حلق کے اندر نہ جانے دیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اور بصورت ٹوٹ جانے کے قضا لازم آئے گی یا کفارہ؟ مدلل بیان کیجیے، بینوا توجروا

الجواب: پان جب مُنہ میں رکھا جائے گا اُس کا عرق ضرور حلق میں جائے گا، اور تمباکو جیسی کھائی جاتی ہے وہ اگر منہ میں ڈالی جائے گی تو یقیناً اس کا جرم لعاب کے ساتھ حلق میں جائے گا اور نسوار تو بہت باریک چیز ہے جب اوپر کو سُونگھی جائے گی ضرور دماغ کو پہنچے گی اور ان طلب والوں کے مقاصد بھی یونہی برآئیں گے، اور فقہیات میں ایسا مظنون مثل متیقن ہے، یہ سب شیطانی وسوسے ہیں، ان چیزوں کے استعمال سے جو روزہ جائے اس کی فقط قضا نہیں بلکہ کفارہ بھی ضرور ہوگا کہ ان میں صلاح بدن وقضائے شہوت ہے اور اگر بالفرض ان میں احتیاط یقینی کی صورت متصور بھی ہوتی جب بھی ممانعت میں شک نہ تھا، جیسے مباشرتِ فاحشہ کہ بے انزال ناقض نہیں مگر ممنوع ضرور ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من وقع فی الشبهات وقع فی الحرام كالراعی يرعی حول الحمی يوشك ان يرتع فيه. جو شبہات میں داخل ہوتا ہے وہ حرام میں داخل ہوجائے گا

جیسا کہ محفوظ جگہ کے قریب بکریاں چرانے والاقریب ہے کہ وُہ حرام میں واقع ہوجائے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴،ص:۵۸۶/مترجم،ج:۱۰،ص:۴۸۶)

(۳۳)روزہ دار کے لیے کیاجائزاور کیاناجائز؟

مسئلہ: اس سے پہلے میں نے آپ سے سوال کیاتھاکہ روزہ دار کو غوطہ لگانا چاہیے یانہیں؟اور سُرمہ لگاناچاہیے یانہیں؟ایک شخص کہتاہے کہ غوطہ لگاناکیابلکہ ناف کے اُوپر پانی پہنچ جائے گاتوروزہ ٹوٹ جائے گا،اور سُرمہ بعد عصر کے لگاناچاہیے۔اور ایک شخص نے یہ بھی کہاکہ سُرمہ لگاکرسونانہ چاہیے،اور روزہ دار کو خوشبوسُونگھناچاہیے یا نہیں؟اور سر میں تیل ڈالنا چاہیے یانہیں؟اور بدن پر روغن ملنا چاہیے یانہیں؟اور ہلاس(ناک میں سونگھنے کا پسا ہوا سوکھا تمباکو) سُونگھنا چاہیے یانہیں؟اور مسواک کرنا چاہیے یانہیں؟اور مسواک کی لکڑی چبانا چاہیے یانہیں؟اور دانتوں میں خلال کرنا چاہیے یانہیں؟اور منجن ملناچاہیے یانہیں؟

الجواب: وہ شخص غلط کہتاہے،پانی بدن کے اُوپر ہونے سے روزہ جائے تو نہانے سے بھی جائے،وضوسے بھی جائے۔ہاں جوف کے اندر مسام کے سوامنافذ سے پہنچے توروزہ ٹوٹ جائے گا۔مگر غوطے میں ایسانہیں،غوطہ لگاکر کھلے ہُوئے منفذ نتھنوں کودیکھیے کہ ان میں بھی پانی نہیں پہنچتااور سُرمہ بھی ہروقت لگانے کی اجازت ہے اور لگاکرسوبھی سکتاہے اور سونے سے بھی کھکھار میں سُرمہ کی رنگت آجائے توکچھ حرج نہیں کہ یہ مسام سے پہنچااور آنکھوں میں معاذاللہ کان یاناک کے سوراخ نہیں کہ اُن میں داخل روزہ کو مضرہو۔

روزہ دار خوشبُو سُونگھ سکتاہے،سُونگھنے سے جس کے اجزاء دماغ میں نہ چڑھیں،بہ خلاف اگریالوبان کے دُھوئیں کے،کہ اسے سونگھ کردماغ کوچڑھ جائے گاتو روزہ جاتارہے گا۔روزہ دار سرمیں روغن ڈال سکتاہے،کہ یہ بھی مسام میں کوئی منفذ

نہیں۔ بدن پر بھی روغن مل سکتا ہے مل کر خوب جذب کر سکتا ہے، ہاں مثلاً کان میں نہیں ڈال سکتا، اگر ڈالے گا روزہ جاتا رہے گا۔

روزہ دار کو ناس (ناک میں سونگھنے کا پسا ہوا سوکھا تمبا کو) لینا حرام ہے اُس کا کوئی ذرّہ دماغ کو پہنچا تو روزہ جاتا رہے گا۔ مسواک کرنا سنّت ہے، ہر وقت کر سکتا ہے، اگر چہ تیسرے پہر یا عصر کو۔ چبانے سے لکڑی کے ریزے چھوٹیں یا مزہ محسوس ہو تو نہ چاہیے۔ خلال کرنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں، مگر رات کا دانتوں میں کچھ بچا رکھنا نہ چاہیے جسے دن کو خلال سے نکالے، ہاں سحری کھا کر فارغ ہُوا تھا کہ صبح ہو گئی تو اب ہی خلال کرے گا اس میں حرج نہیں۔ روزہ میں منجن ملنا نہ چاہیے۔ (ج:۴، ص:۵۹۶/مترجم، ج:۱۰، ص:۵۱۰)

(۳۴) ۲۹ر کو چاند نظر نہ آنے کی صورت میں کیا کرے؟

مسئلہ: اگر متواتر یا تین ماہ میں رویت کے دن ابر ہو جائے تو ایسے موقع پر ایک ماہ ۲۹ر کا اور ایک ماہ ۳۰ر کا لے کر لوگ اپنی رائے سے عید مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر یُونہیں مقرر کر کے عید کر لی تو نماز ہُوئی یا نہیں؟ اور اگر اکثر شہر کے لوگوں نے یونہی عید کی اور سو پچاس نے خلاف کیا اور دوسرے دن نمازِ عید پڑھی تو حق پر کون ہے، کثیر یا قلیل؟

الجواب: جب تک رویت نہ ہو یا ثبوت صحیح شرعی سے ثابت نہ ہو، ہر مہینہ تیس کا لیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: فان غم علیکم فاکملوا العدّۃ ثلاثین. (چاند تم پر پوشیدہ رہے تو ۳۰ر کی گنتی پُوری کرو۔)

یہ قاعدہ کہ ایک مہینہ ۳۰ر اور ایک ۲۹ر کا محض باطل ہے۔ جس کے بطلان پر مشاہدہ شاہد عادل ہے۔ کئی کئی مہینے متواتر ۳۰ر کے ہو جاتے ہیں اور کئی کئی ۲۹ر کے، اور علمِ ہیئت کی رُو سے ۴ر مہینے پے در پے ۳۰ر کے ہو سکتے ہیں اور تین ۲۹ر کے۔

کماھو مصرح بہ فی الزیجات القدیمة والجدیدة و شروحھا واحالوہ علی التجربة والاستقراء ومنھم من تکلف بیانہ بالاستدلال ولم یتم. (جیسا کہ قدیم وجدید زائچوں اور ان کی شروح میں اس پر تصریح ہے اور انھوں نے اسے تجربہ اور تتبع کے سپرد کر دیا ہے، بعض نے استدلال کرنے کی کوشش کی وُہ کامیاب نہ ہوسکے۔)

شریعت مطہرہ میں ہیئت والوں کی اس تحدید استقرائی کا بھی اعتبار نہیں۔ ثبوت شرعی سے اگر ۴؍ مہینے لگاتار ۲۹؍ کے ہوں تو مانے جائیں گے، اور مثلاً چھ مہینے متواتر روزِ ہلال ابر رہے اور ثبوت نہ ہو تو سب مہینے ۳۰؍ کے لیے جائیں گے لان الثابت لایزول بالشك. (کیوں کہ ثابت شدہ شی کا زوال شک سے نہیں ہوتا۔)

جن لوگوں نے ایک مہینہ ۳۰؍ اور ایک ۲۹؍ کا لے کر عید کر لی اُن کی وہ عید اور نماز سب باطل ہُوئی اور ان پر چار گناہ رہے:

اوّل: گناہِ عظیم روزۂ رمضان کا عمداً ترک کہ وُہ اُن کے لیے رمضان تھا۔

دوم: نفل کا بجماعتِ کثیرہ پڑھنا کہ وُہ نمازِ عید کہ اُنھوں نے پڑھی نمازِ عید نہ تھی، نافلہ محضہ ہُوئی اور نفل کا جماعت کثیر کرکے پڑھنا گناہ۔

سوم: واجب نماز عید کا ترک کہ دُوسرے دن اُن کے لیے عید تھی اُس دن نماز نہ پڑھی۔ چہارم: شریعت میں دل سے نیا حکم گھڑنے کا وبال شدید سب سے علاوہ، اگرچہ بعد کو تحقیق ہوجائے کہ جس دن انھوں نے نماز پڑھی واقعی اسی دن عید تھی، اگرچہ وہ سارا شہر ہو اور جنھوں نے ۳۰-۳۰؍ کی گنتی پُوری کرکے عید کی اُن کی عید اور نماز سب صحیح ہُوئی اور وہ ان سب گناہوں سے بچے، اگرچہ بعد کو تحقیق ہو کہ عید ایک دن یا دو دن پہلے، تھی اگرچہ صرف یہ دو ہی شخص ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴، ص:۵۳۴/ج:۱۰، ص:۳۸۱)

(۳۵) یوم الشک کو عید پڑھے یا نہیں؟

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں شام پنج شنبہ کو ابر محیط تھا رؤیت نہ ہوئی مگر دوسرے دن چاند کو قدرے بڑا دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید کل کا ہو جنتری میں اگر چہ عید اتوار کی لکھی مگر ساتھ ہی رویت کو مشکوک لکھ دیا ہے ایسی صورت میں شرعاً عید دوشنبہ کی ہونا چاہیے یا اتوار کی، اگر عید قربانی اتوار کو کرلیں تو درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: شرع مطہر میں رویت کا اعتبار ہے (خود یہیں دیکھا جائے یا دوسرے شہر کی رویت پر شرعی شہادتیں گزریں۔) حدیث میں فرمایا: ان اللہ امدہ لرؤیتہ. (اللہ تعالیٰ نے اس کا مدار رویت پر رکھا ہے۔)

خط یا تار یا عقلی قیاسوں یا دوسرے شہر کی حکایتوں کا شرع میں اصلاً اعتبار نہیں۔ مثلاً کچھ لوگ آئے اور بیان کیا کہ وہاں فلاں دن عید ہے یا وہاں رویت ہوئی، اس پر اصلاً لحاظ نہیں جب تک گواہان عادل شرعی خود اپنا دیکھنا نہ بیان کریں۔ در مختار میں ہے: لا لو شھد وابرؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ. (اس صورت میں ثبوت نہیں ہوگا اگر گواہوں نے غیروں کی رویت پر گواہی دی ہو کیوں کہ یہ حکایت ہے۔)

جنتریوں کا مشکوک لکھنا تو آپ ہی مشکوک و مہمل ہے اگر وُہ یقینی بھی لکھیں تو بھی شرع میں اس پر اعتبار نہیں، در مختار میں ہے: لاعبرۃ بقول الموقتین ولو عدو لاًعلی المذھب. (صحیح مذہب کے مطابق نجومیوں کے قول کا اعتبار نہیں اگر چہ وُہ عادل ہوں۔)

چاند کے بڑے ہونے پر بھی لحاظ ناجائز ہے، حدیث میں فرمایا: من اقتراب الساعۃ انتقاخ الأھلۃ.رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ. (قرب قیامت (کی نشانیوں) میں سے ہے کہ چاند بڑا نظر آئے گا۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔)

دوسری حدیث میں ہے: من اقتراب الساعة ان یری الھلال قبلا فیقال ھو للیلتین. رواہ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ. (قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ چاند واضح ہوگا تو کہا جائے گا کہ دوسری رات کا ہے۔ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔)

دونوں حدیثوں کا حاصل یہ کہ قربِ قیامت کی یہ بھی ایک علامت ہے کہ ہلال پُھولا ہُوا نکلے، لوگ کہیں کل کا ہے، پس ایسی صورت میں اتوار کی عید اور قربانی بالکل باطل اور خلافِ شرع ہے۔

عید کوئی دنیوی تقریب نہیں، حکمِ الٰہی ہے۔ جب مطابقِ شرع نہ ہو محض بیکار، بلکہ گناہ ہے۔ بالفرض اگر چاند پنج شنبہ ہی کو ہوگیا ہے جب بھی دوشنبہ کو نماز قربانی بلاشبہ صحیح ہے اور جمعہ کو ہوا تو یکشنبہ کو نماز و قربانی محض باطل، تو ایسے امر میں پڑنا شرع اور عقل دونوں کے خلاف ہے، مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ شرع کے کام شرع کے طور پر کریں اپنے خیالات کو دخل نہ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴، ص:۵۶۶/ج:۱۰، ص:۴۴۴)

(۳۶) چاند کو بڑا یا اونچا دیکھ کر ایک دن پہلے کا بتانا کیسا ہے؟

مسئلہ: بہت سارے لوگ جب چاند کو بڑا دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں یہ آج کا نہیں کل کا ہے، یا چاند کو اونچا دیکھتے ہیں تو بھی اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں، لوگوں کی یہ باتیں کیسی ہیں؟ اور شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: بہت لوگ چاند کو بڑا دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ کل کا ہے یا آج ۲۹/ نہ تھی ۳۰/ تھی کہ ۲۹/ کا چاند اتنا بڑا نہیں ہوتا، یہ اُن کی خام خیالی ہے، شرعی معاملے تو اوپر ہو چکے کہ وہاں قیاسی باتوں کا دخل نہیں۔ اور بطور علم ہیأت ہی چلیے تو اِن شاء اللہ تعالیٰ فقیر ثابت کر سکتا ہے کہ ۲۹/ کا چاند بعض ۳۰/ کے چاندوں سے بڑا ہونا ممکن۔ اور سب

سے بڑھ کر دافع اوہام یہ ہے کہ طبرانی نے "معجم کبیر" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سیّدعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اقتراب الساعة انتفاخ الاھلة. (یعنی قربِ قیامت کا ایک اثر یہ ہے کہ ہلال بڑے نظر آئیں گے۔)

اور "معجم اوسط" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مِن اقتراب الساعة ان یری الھلال قبلا فیقال ھو للیلتین الحدیث. (یعنی قُربِ قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ ہلال سامنے ہی نظر پڑے گا دیکھنے والا کہے گا کہ دو رات کا ہے۔)

صحیح مسلم شریف میں ابوالبختری سے مروی ہے کہ ہم عمرے کو نکلے، بطنِ نخلہ میں ہلال دیکھا، کسی نے کہا تین رات کا ہے، کسی نے کہا دو رات کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حال عرض کیا، فرمایا: تم نے کس رات دیکھا؟ ہم نے کہا: فلاں رات، کہا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: إنّ اللہ تعالیٰ أمدّہ للرؤیة فھو للیلة رأیتموہ. (اللہ تعالیٰ نے اُسے رویت پر موقوف فرمایا ہے تو جس رات تم نے دیکھا اُسی رات کا ہے۔)

بہت لوگ چاند اونچا دیکھ کر بھی ایسی ہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں، بعض کہتے ہیں اگر ۲۹ر کا ہوتا تو اتنا نہ ٹھہرتا۔ یہ سب بھی ویسے ہی اوہام ہیں جن پر شرع میں التفات نہیں۔ خصوصًا یہ باتیں تو از رُوئے ہیأت بھی کلیہ نہیں ہوسکتیں، میں اِن شاء اللہ تعالیٰ ثابت کرسکتا ہوں کہ کبھی ۲۹ر کا ۳۰ر کے بعض ہلالوں سے اونچا اور دیر پا ہونا متصور۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴، ص:۵۷۸/مترجم، ج:۱۰، ص:۴۶۸)

(۳۷) روزہ دار عورت کا جسم میں خشک دوالینا کیسا ہے؟

مسئلہ: رمضان میں عورت کوئی دواخشک اپنے جسم میں رکھے تو روزے میں کچھ فساد آئے گا یا نہیں؟

الجواب: اگر روزے کی حالت میں یعنی طلوع صبح صادق سے غروبِ شمس تک رمضان خواہ غیر رمضان میں، دواخشک یا تر، خواہ کوئی چیز فرج میں اس طرح رکھی گئی کہ فرج داخل کے اندر بالکل غائب کر دی تو روزہ جاتا رہا، اور اگر مثلاً دوا کسی کپڑے میں باندھ کر فرج میں اس طرح رکھی کہ کپڑے کا سِرا فرج داخل سے باہر رہا اگرچہ فرج خارج میں غائب ہو جائے تو روزہ نہ جائے گا، جب تک دوا کا کوئی حصہ کپڑے سے چھین کر فرج داخل کے اندر نہ گرے۔ یا دوا ایسی تر ہو کہ کپڑے میں ٹپک کر فرج داخل میں لگے یا حرکت کے سبب کپڑا چڑھ جائے کہ بالکل فرج داخل کے اندر غائب ہو جائے، ان صورتوں میں روزہ جاتا رہے گا۔

فی تنویر الأبصار والدر المختار (أدخل عودا) ونحوه(فی مقعدته وطرفه خارج) وإن غیبه فسد وکذالو ابتلع خشبة أوخیطا ولوفیه لقمة مربوطة إلاان ینفصل منها شئی ومفاده ان استقرارالداخل فی الجوف شرط للفساد. بدائع .ولوأدخلت قطنة إن غابت فسد وإن بقی طرفها فی فرجها الخارج لا(لم یفطر)اھ،ملتقطا.

(تنویر الابصار اور در مختار میں ہے: کسی نے عود (کی لکڑی وغیرہ کو) دبر میں اس طرح داخل کیا کہ ایک کنارہ اس کا باہر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا، اور اگر سب اندر چڑھا لے تو ٹوٹ جائے گا۔ اور یہی حکم ہے اس کا جو کوئی لکڑی نگل لے یا دھاگہ اگرچہ اس میں لقمہ بندھا ہُوا ہو مگر اس صورت میں کہ جب لقمہ سے کچھ جُدا ہو کر اندر رہ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کا حاصل یہ ہے کہ پیٹ میں داخل ہونے والی چیز کا وہاں (پیٹ میں) استقرار (ٹھہرنا) فساد کے لیے شرط ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔ اگر عورت نے رُوئی

داخل کی جو غائب ہوگئی تو روزہ فاسد ہوجائے گا، اور اگر اس کی کوئی طرف فرج خارج میں نکلی ہُوئی رہی تو روزہ فاسد نہ ہوگا یعنی روزہ نہیں ٹوٹے گا)۔

وفی ردالمحتار: مادخل فی الجوف إن غاب فيه فسد وهو المراد بالاستقرار وان لم يغب بل بقى طرف منه فی الخارج أوكان متصلا بشئی خارج لايفسد لعدم استقراره. (ردالمحتار میں ہے کہ جو کچھ جوف میں داخل ہُوا اگر وُہ غائب ہوگیا تو روزہ فاسد ہوجائے گا، اور استقرار سے یہی مراد ہے اور اگر غائب نہ ہو بلکہ اس کی کوئی جانب خارج باقی رہ گئی یا خارج شئی سے متّصل رہی تو عدمِ استقرار کی وجہ سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴، ص:۵۸۴/ ج:۱۰، ص:۴۸۱)

(۳۸) بوڑھاپے یا کمزوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو کیا کرے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی عمر ۷۵ ر سال کی ہے اور بوجہ کمزوری کے برداشت اور طاقت روزہ رکھنے کی نہ ہو ایسی صورت میں اس کو کیا کرنا چاہیے؟ اور کفارہ روزوں کا کس طرح ہو اور کفارہ ہر روز دیا جائے؟ بينوا توجروا

الجواب: طاقت نہ ہونا ایک تو واقعی ہوتا ہے اور ایک کم ہمتی سے ہوتا ہے، کم ہمتی کا کچھ اعتبار نہیں۔ اکثر اوقات شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ ہم سے یہ کام ہرگز نہ ہوسکے اور کریں گے تو مرجائیں گے، بیمار پڑجائیں گے، پھر جب خدا پر بھروسہ کرکے کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ادا کرادیتا ہے، کچھ بھی نقصان نہیں پہنچتا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیطان کا دھوکا تھا۔ ۷۵ ر برس عمر میں بہت لوگ روزے رکھتے ہیں، ہاں ایسے کمزور بھی ہوسکتے ہیں کہ ستّر ہی برس کی عمر میں نہ رکھ سکیں، تو شیطان کے وسوسوں سے بچ کر خوب صحیح طور پر جانچ چاہیے، ایک بات تو یہ ہُوئی۔

دوسری یہ کہ ان میں بعض کو گرمیوں میں روزہ کی طاقت واقعی نہیں ہوتی، مگر جاڑوں میں رکھ سکتے ہیں، یہ بھی کفارہ نہیں دے سکتے، بلکہ گرمیوں میں قضا کرکے جاڑوں میں روزے رکھنا ان پر فرض ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ان میں بعض لگا تار مہینہ بھر کے روزے نہیں رکھ سکتے۔ مگر ایک دو دن بیچ کرکے رکھ سکتے ہیں، تو جتنے رکھ سکیں اُتنے رکھنا فرض ہے، جتنے قضا ہو جائیں جاڑوں میں رکھ لیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ جس جوان یا بوڑھے کو کسی بیماری کے سبب ایسا ضعف ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتے انھیں بھی کفارہ دینے کی اجازت نہیں، بلکہ بیماری جانے کا انتظار کریں۔ اگر قبل شفا موت آجائے تو اس وقت کفارہ کی وصیت کردیں۔

غرض یہ ہے کہ کفارہ اس وقت ہے کہ روزہ نہ گرمی میں رکھ سکیں نہ جاڑے میں، نہ لگا تار نہ متفرق، اور جس عذر کے سبب طاقت نہ ہو اُس عذر کے جانے کی امید نہ ہو، جیسے وہ بوڑھا کہ بڑھاپے نے اُسے ایسا ضعیف کردیا کہ گنڈے دار روزے متفرق کرکے جاڑے میں بھی نہیں رکھ سکتا تو بڑھاپا تو جانے کی چیز نہیں، ایسے شخص کو کفارہ کا حکم ہے۔ ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں اٹھنی اُوپر بریلی کی تول سے، یا ساڑھے تین سیر جَو ایک روپیہ بھر اُوپر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اسے کفارہ کا اختیار ہے کہ روز کا روز دے دے یا مہینہ بھر کا پہلے ہی ادا کردے یا ختمِ ماہ کے بعد کئی فقیروں کو دے یا سب ایک ہی فقیر کو دے، سب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴، ص:۶۱۱/ج:۱۰، ص:۵۴۷)

(۳۹) شیخ فانی کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ: شیخ فانی کی تعریف کیا ہے اور اُس کی عمر کی کچھ تعداد بھی معیّن ہے یا نہیں، احکامِ شرعیہ مثل نماز روزہ، وضو وغسل کے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: شیخ فانی کی عمر اسّی یا نوّے سال لکھی ہے اور حقیقۃً بنائے حکم اس کی حالت پر ہے۔ اگر سَو برس کا بوڑھا روزہ پر قادر رہے شیخ فانی نہیں۔ اور اگر وہ ستّر برس میں بوجہ ضعف بیّنہ بڑھاپے سے ایسا زار و نزار ہوجائے کہ روزہ کی طاقت نہ رہے تو شیخ فانی ہے۔ غرض شیخ فانی وُہ ہے جسے بڑھاپے نے ایسا ضعیف کردیا ہو۔ اور جب اُس ضعف کی علّت بڑھاپا ہوگا تو اُس کے زوال کی اُمید نہیں، اُسے روزے کے عوض فدیہ کا حکم ہے۔ باقی نماز و طہارت کے بارہ میں پیر جوان سب کا ایک حکم ہے، جو جس وقت جس حالت میں جتنی بات سے معذور ہوگا بقدر ضرورت تاوقت ضرورت اُسے تخفیف دی جائے گی۔ قال تعالیٰ: لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ (اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے اللہ ہر کسی کو اس کی طاقت کے مطابق ہی حکم دیتا ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج:۴، ص:۶۱۳/ج:۱۰، ص:۵۴۸)

(۴۰) ۲۷/ رجب کو روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۲۷/ تاریخ ماہ رجب کی، روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: بیہقی شعب الایمان اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت کی:

فی رجب یوم ولیلة من صام ذٰلك الیوم وقام تلك اللیلة كان كمن صام من الدهر مائة سنة وقام مائة سنة وهو لثلث بقین من رجب وفیه بعث اللّٰه تعالیٰ محمدا صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلّم. قال البیهقی منكر.

(رجب میں ایک دن اور رات ہے جو اس دن کا روزہ رکھے اور وُہ رات نوافل میں گزارے سَو برس کے روزوں اور سَو برس کی شب بیداری کے برابر ہو، اور وہ

۲۷/ رجب ہے اسی تاریخ اللہ عزوجل نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ امام بیہقی نے اس روایت کو منکر کہا ہے۔)

نیز اسی میں بطریق ابان بن عیاش حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا مروی:

فی رجب لیلة یکتب للعامل فیها حسنات مائة سنة، وذٰلك لثلٰث بقین من رجب فمن صلی فیه اثنتی عشرة رکعة یقرأ فی کل رکعة فاتحة الکتاب وسورة من القرأن، و یتشهد فی کل رکعة و یسلم فی اٰخرهن، ثم یقول، سبحٰن الله والحمدلله ولااٰله إلاالله والله أکبرمائة مرة و یستغفر اللهمائة مرة و یصلی عن النبیﷺ مائة مرة و یدعولنفسه ماشاء من امر دنیاه وأٰخرته و یصبح صائما فان الله یستجیب دعاء کله إلاأن یدعوفی معصیة. قال البیهقی هو اضعف من الذی قبله، قال ابن حجر فیه متهمان.

رجب میں ایک رات ہے کہ اس میں عمل نیک کرنے والے کو سَو برس کی نیکیوں کا ثواب ہے اور وہ رجب کی ستائیسویں شب ہے۔ جو اس میں بارہ رکعت پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور ایک سورت، اور ہر دو رکعت پر التحیات اور آخر میں بعد سلام سبحٰن اللہ والحمد للہ ولااٰلہ الااللہ واللہاکبر سوبار، استغفار سَو بار، درود سوبار، اور اپنی دنیاوآخرت سے جس چیز کی چاہے دعامانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی سب دعائیں قبول فرمائے سوائے اس دُعا کے جو گناہ کے لیے ہو۔ (بیہقی فرماتے ہیں یہ روایت سابقہ روایت سے زیادہ ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں اس کے دو راوی متہم بالکذب ہیں۔)

فوائد ہناد میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا مروی: بعثت نبیا فی السابع و العشرین من رجب فمن صام ذٰلك الیوم ودعا عند افطاره کان له کفارة عشر

سنتين. اسناده منكر. (۲۷؍رجب کو مجھے نبوت عطا ہُوئی جو اس دن کا روزہ رکھے اور افطار کے وقت دُعا کرے دس برس کے گناہوں کا کفارہ ہو، اس کی اسناد منکر ہے۔)

جزءابی معاذ مروزی میں بطریق شہر ابن حوشب ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً مروی:

من صام يوم سبع وعشرين من رجب كتب الله له صيام ستين شهرا وهو اليوم الذى هبط فيه جبريل على محمد ﷺ بالرسالة.

جو رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھے، اور وُہ وُہ دن ہے جس میں جبریل علیہ السلام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے پیغمبری لے کر نازل ہُوئے۔

تنزیہ الشریعۃ سے ماثبت بالسّنۃ میں ہے: وهذا أمثل ماورد في هذا المعنى.

یہ اُن سب حدیثوں سے بہتر ہے جو اس باب میں آئیں۔

بالجملہ اس کے لیے اصل ہے اور فضائلِ اعمال میں حدیثِ ضعیف باجماعِ ائمہ مقبول ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴،ص:۶۵۷/ج:۱۰،ص:۶۴۷)

* * *

سب ان سے جلنے والوں کے گُل ہو گئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ۱۰۰؍واں عرس تمام عالم اسلام کو مبارک ہو

گدائے حضور تاج الشریعہ

(شاعر اہل سنت) ذیشان متھروای (ہوڑہ)

۵ باب حج

(۴۱)حج بدل کے شرائط

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ حجِ بدل کے کیا کیا شرائط ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: حجِ بدل یعنی نیابۃً دوسرے کی طرف سے حجِ فرض ادا کرنا کہ اُس پر سے اسقاطِ فرض کرے، ان شرائط سے مشروط ہے:

(۱) جس کی طرف سے حج کیا جائے قبل احجاج (حج کرانے سے پہلے) اس پر حج فرض ہو، اگر فقیر نے حج کرا دیا، پھر غنی ہوا، خود حج کرنا فرض ہو گا۔

(۲) محجوج عنہ حجِ بدل یعنی نائب کے وقوفِ عرفہ کرنے سے پہلے خود ادا سے عاجز ہو، اگر بحالِ قدرت حج کرایا، پھر عاجز ہو گیا از سرِ نو احجاج لازم ہو گا۔

(۳) عجز اگر ممکن الزوال تھا مثل حبس و مرض، تو شرط ہے کہ تا دمِ مرگ دائم رہے، اگر بعد حج خود قادر ہوا، خود ادا فرض ہوگی۔ بخلاف اس عجز کے کہ قابلِ زوال نہیں، جیسے نابینائی اگر بطور خرقِ عادت بعد احجاج زائل بھی ہو جائے اعادہ ضرور نہیں۔

(۴) حجِ بدل کرنے والا تنہا ایک محجوج عنہ کی طرف سے حج واحد کی نیت کرے مثلاً احرمتُ عن فلان یا اللّٰھم لبیك عن فلان. یعنی اگر اس کی طرف سے نیت نہ کی، یا دو حج کی نیت کی ایک اس کی طرف سے ایک اپنی طرف سے، یا دو شخصوں کی طرف سے نیت کی ایک اس کی جانب ایک منیب آخر کی جانب سے، تو کافی نہ ہو گا۔

(۵) یہ حج بامر محجوج عنہ ہو بلا اجازت دوسرے کی طرف سے حج کافی نہ ہو گا مگر

جب کہ وارث اپنے مورث کی طرف سے حج کرے یا کرائے۔ لقیامه مقامه خلافة.

(۶) مصارفِ آمد ورفت وسائر نفقۂ حج کل یا اکثر مال محجوج عنہ سے ہوں۔

(۷) حج اگر بحیات محجوج عنہ ہو تو جسے اس نے امر کیا وہی حج کرے، وُہ دوسرے سے کرادے گا تو ادا نہ ہو گا اور اگر بعد وفات محجوج عنہ ہے تو مامور دوسرے کو بھی اپنی جگہ قائم کرسکتا ہے، اگر چہ میت نے اس کا نام لے کر وصیت کی ہو کہ فلاں میری طرف سے حج کرے، ہاں اگر صراحۃً اس نے نہی کردی تھی کہ وہی کرے، نہ دوسرا، تو اب دوسرا کافی نہیں۔

(۸) حجِ بدل کرنے والا اکثر راستہ سواری پر طے کرے، اگر باوصف گنجائش نفقہ پیادہ حج کرے گا، نفقہ واپس دے دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہو گا۔

(۹) محجوج عنہ جب اہل آفاق سے ہو تو لازم ہے کہ اس کی طرف سے حج آفاقی کیا جائے اگر اس نے حج کو بھیجا اس نے عمرہ کا احرام باندھا، بعد عمرہ موسم میں مکہ معظمہ سے احرام حج باندھا اس کی طرف سے حج نہ ہو گا کہ یہ حج مکی ہوا نہ آفاقی۔ ہاں اگر قریب حج میقات کی طرف نکل کر احرامِ حج میقات سے باندھے تو جائز ہے کہ حج آفاقی ہوا نہ کہ مکّی۔

(۱۰) مخالفت نہ کرے، مثلاً تنہا حج کے لیے امر کیا تھا اس نے قِران یا تمتع کیا نفقہ واپس دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہو گا۔

(۱۱) حجِ بدل کرنے والا حج صحیح اس دفعہ میں ادا کرے، ناعاقل بچّے یا مجنون کا حج کافی نہیں، ہاں مراہق کا کافی ہے، یونہی اگر وُہ حج فاسد کردیا کافی نہ ہو گا اگر چہ قضا بھی کرے۔ ۲۰ر شرطیں منسک متقسط میں ہیں، انھیں گیارہ میں آگئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ج:۴، ص:۶۶۳/ مترجم، ج:۱۰، ص:۶۵۹)

(۴۲) حج بدل کرانے کے بعد حج پر قدرت ہوجائے تو کیا پھر حج کرنا ضروری ہے؟

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ پچپن برس عمر کی ہے، دوبار پہلے اپنی طرف سے لوگوں کو بھیج کر حج بدل کراچکی ہے۔ اُس سے بعض صاحبوں نے کہاکہ وہ حج نہ ہوئے، خود حج کو جا۔ اُس نے محرم نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کیا، مگر ضعیفہ مریضہ ہے، اس صورت میں اس کے وہ حج بدل ادا ہوگئے یا اب خود اس پر حج لازم ہے یا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: زندگی میں جو کوئی حجِ بدل اپنی طرف سے بوجہ عجز و مجبوری کرائے اس حج کی صحت کے لیے شرط ہے کہ وُہ مجبوری آخر عمر تک مستمر رہے، اگر حج کے بعد مجبوری جاتی رہی اور بذاتِ خود حج کرنے پر قدرت پائی تو اس سے پہلے جتنے حجِ بدل اپنی طرف سے کرائے ہوں، سب ساقط ہوگئے، حج نفل کا ثواب رہ گیا فرض ادا نہ ہوا۔ اب اس پر فرض ہے کہ خود حج کرے۔ پھر اگر غفلت کی اور وقت گزر گیا اور اب دوبارہ مجبوری لاحق ہوئی تو از سرِ نو حج بدل کرانا ضرور ہے۔ ہاں اگر کسی کی معذوری ایسی ہو جو عادةً اصلاً زوال پذیر نہیں اور اس نے حجِ بدل کرلیا اور اس کے بعد بمحض قدرت الٰہی مثلاً کسی ولی کی کرامت سے وہ عذر نا قابل الزوال، زائل ہوگیا مثلاً اندھے نے حجِ بدل کرایا تھا پھر رب العزة نے اسے آنکھیں دے دیں، تو اس کا وہ حج بدل ساقط نہ ہوا، وہی کافی ہے۔ خود اگر حج کرے سعادت ہے ورنہ فرض ادا ہوگیا، ایسا زوال عذر کہ کرامت و خرق عادت ہو معتبر نہیں۔

مسئلہ شرعیہ تو یہ ہے اور صورتِ سوال سے ظاہر کہ عورت نے پہلے جو دو حجِ بدل کرائے یا تو وُہ حقیقةً ایسی مجبور نہ تھی کہ خود نہ جاسکتی یا مرض و ضعف وغیرہا کی وجہ سے مجبور تھی اور بعد کو وہ مجبوری زائل ہوگئی کہ اس نے خود حج کا قصد کیا جس پر دلیل

روشن، اسی نیت سے اس کا نکاح کرنا ہے ورنہ پچپن سالہ عورت کو نکاح کی کیا حاجت تھی، بہرحال ان دونوں صورتوں میں کوئی شکل ہو وُہ دونوں حجِ بدل یا تو سرے سے ناکافی تھے یا اب ساقط ہوگئے، صرف ثواب نفل رہا، فرض گردن پر باقی ہے خود ادا کرے، اور مجبور و ناامید ہو تو پھر حج بدل کرائے۔ وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج:۴، ص:۶۶۴/ مترجم، ج:۱۰، ص:۶۶۱)

(۴۳) حج کے بعد روضۂ اطہر کی زیارت کرنا، ہر ایک کے لیے لازم ہے

مسئلہ: جو شخص دُور دراز سے سفر کرکے حج نفل کرے اور زیارت سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ نہ کرے تو وہ مصداق اس حدیث کا ہو سکتا ہے کہ "جو شخص حج کرے اور میری زیارت نہ کرے تو اس نے مجھ پر ظلم کیا"۔ جو لوگ کہ ساکن مکہ معظمہ کے ہیں اور نفل حج کے بعد روضۂ اقدس کی زیارت نہ کریں تو اس حدیث کے مصداق ہیں یا نہیں؟

الجواب: من حجّ. (جس نے بھی حج کیا۔ت) یقیناً عام ہے مکّی وآفاقی سب کو شامل اور تکرارِ سبب تکرارِ حکم کو مستلزم، اور لم یزرنی. (میری زیارت نہ کی۔) کے صدق کو ترک کلی کی طرف مشیر ماننا خلاف اصل متبادر، نظرِ ایمانی میں بلاشبہ ہر بار زیارت لازم، اور اسی پر مسلمین کا عمل لاجرم۔ علامہ عبدالقادر فاکہی مکی (متوفی ۹۸۲ھ) کتاب "حسن التوسّل فی زیارۃ افضل الرسل ﷺ" میں فرماتے ہیں:

الما مور به اذاكان مرتباً علی سبب يتكرر طلبه من المكلف بتكرر السبب، فمن ذٰلك اجابة المؤذن فتطلب الاجابة علی ماقاله جمع، كلما وجد الاذان و يتكرر،ومنه فيما يظهر الز يارة للمستطيع كلما حج، بناء علی مقتضی هذاالخبر ونحوه فيتأ كد علیٰ نحوالمكی أكثر من تاكده علیٰ

غیرہ أن لا یفوت الزیارة بعد حجه، لاسیما فی عام حجه؛ فان قرب الدار یصیر القریب کالجار والجار التارك للمزار قد جار، سیما اذاکان یرتکب الدیون فی تحصیل شهوته، وعدم قطع عادته ولا یرتکبها فیما هو اشرف عباداته، اهـ. قلت وانما جعل التاکد علی المکی أکثر لأن عذره أقل کما أشار الیه. والله تعالیٰ اعلم.

جب مامور بہ کسی ایسے سبب پر مترتب ہو جس میں تکرار ہے تو سبب کے تکرار پر مکلّف سے مامور بہ کے مطالبہ کا بھی تکرار ہوگا، مؤذن کی دعوتِ نماز کو قبول کرنا بھی اسی قبیل سے ہے، تو جب بھی اذان کا تکرار ہوگا اجابت کا مطالبہ ہوگا جیسا کہ ایک جماعت کا قول ہے۔ اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ صاحبِ استطاعت جب بھی حج کرے اس حدیث اور دیگر فرمان نبوی کی بنا پر، دربار نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضری دے، غیر مکی لوگوں کی بہ نسبت مکی لوگوں کو اس کی زیادہ تاکید ہے کہ حج کے بعد خصوصًا حج کی ادائے گی کے سال، زیارت کے لیے حاضری کو فوت نہ کرے، کیوں کہ قربِ دار، قریبی کو پڑوسی بنادیتا ہے اور پڑوسی ہوکر زیارت کا تارک ہو تو گویا اس نے ظلم کیا، خصوصًا جب اپنے شوق اور عادت کو پُورا کرنے میں تو قرض تک کا ارتکاب کرتا ہو اور ان اعمال میں خرچ نہیں کرتا جو عبادات میں افضل ہیں۔ میں کہتا ہوں مکی لوگوں پر یہ تاکید زیادہ ہوگی کیوں کہ ان کا عذر اقل ہے جیسا کہ انھوں نے اس طرف اشارہ فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴، ص:۶۶۹/ مترجم، ج:۱۰، ص:۶۷۱)

(۴۴) زید کے پاس روپے ہیں، مگر اس سے وہ مکان خریدنا چاہتا ہے تو کیا اس پر حج فرض ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عمر قریب ستّر

سال کی ہے اور رعشہ کا مریض ہے کہ تنہا سفر کے قابل نہیں، کبھی اپنے زمانۂ صحت و شباب میں اتنے مال کا مالک نہ ہوا کہ اس پر حج فرض ہوتا، اب حالت یہ ہے اس نے اپنا مال وغیرہ بیچا اور پانچ سو روپے اس کے پاس ہوگئے، کہ یہی کُل سرمایہ اس کا ہے۔ بوجہ ضعف وامراض دوسرے شہر میں جہاں اس کے اعزہ ہیں سکونت کرنا اور وہاں مکان خریدنا چاہتا ہے، اس صورت میں اس پر خود حج کو جانا یا روپیہ دے کر حج بدل کرانا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید پر حج اصلاً واجب نہیں۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب مصحح ظاہر الروایۃ میں تو ایسی تندرستی جو اس سفر مبارک کے قابل ہو شرط وجوب ہے، کہ بغیر اس کے حج سرے سے واجب ہی نہ ہوتا، نہ خود جاتا نہ دوسرے کو بھیجتا۔ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے مذہب مصحح میں اگرچہ تندرستی مذکور شرط وجوب نہیں، شرط وجوب ادا ہے کہ وہ نہ ہو تو خود جانا لازم نہیں، مگر اپنے عوض اپنے روپے سے اپنی حیات میں یا بعد موت حج کرانا واجب ہے۔ مگر مال جملہ حاجات سے فاضل جانے آنے کے قابل باتفاق فقہائے کرام شرط وجوب ہے کہ بے اس کے حج واجب ہی نہیں ہوتا۔

اور مکان حاجات اصلیہ سے ہے اس کی خریداری یا بنانے کے بعد اس زمانے میں کہ اب مصارف حج بہت قریب گزرے ہوئے زمانے سے تقریبًا دو چند ہوگئے، اتنا بچنا کہ اس سے حج کے لیے جانے آنے رہنے کے بھی تمام مصارف ہوں۔ اور زید کے لیے اس حالت میں کہ نہ اور مال نہ کسب پر قدرت، کچھ ذریعہ معاش بچ بھی رہے معقول نہیں، لہذا بالاتفاق ورنہ علی التنزیل صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب صحیح مرجح پر تو بلا شبہہ زید پر حج کرانا بھی واجب نہیں اور خود حج کو جانا تو بالاجماع اصلاً صورت وجوب نہیں رکھتا۔ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ (اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر

اس کی طاقت بھر۔)

تنویر الابصار و در مختار و ردالمحتار میں ہے:

الحج فرض على مسلم حر مكلف صحيح البدن (أي سالم عن الأفات المانعة عن القيام بما لا بد منه فى السفر، فلا يجب على مقعد ومفلوج وشيخ كبير لا يثبت على الراحلة بنفسه واعمى وإن وجد قائداً لا بأنفسهم ولا بالنيابة فى ظاهر المذهب عن الامام وهو رواية عنهما، وظاهر الرواية عنهما وجوب الاحجاج عليهم، وظاهر التحفة اختيار قولهما وكذا الاسبيجابى وقواه فى الفتح، وحكى فى اللباب اختلاف التصحيح وفى شرحه انه مشى على الأول فى النهاية وقال فى البحر العميق، أنه المذهب الصحيح وأن الثانى صححه قاضي خان فى شرح الجامع واختاره كثير من المشائخ .اھ ش)

حج ہر مسلم آزاد بالغ صحت مند پر لازم ہے (یعنی ہر اس آفت سے محفوظ ہو جس کے باوجود سفر نہیں کیا جاسکتا، پس لولے، فالج زدہ اور ایسے بڑے بوڑھے پر حج فرض نہیں جو سواری پر قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح نابینا پر بھی فرض نہیں اگرچہ کوئی اس کا معاون ہو، امام اعظم کے ظاہر مذہب کے مطابق نہ ان کی ذوات پر لازم اور نہ ان پر نائب بنانا لازم ہے، اور ایک روایت صاحبین سے یہی ہے۔ ظاہر الروایۃ صاحبین سے یہ ہے کہ ان پر حج بدل کروانا لازم ہے۔ "تحفہ" سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کا قول مختار ہے۔ "اسبیجابی" میں اسی طرح ہے۔ "فتح" میں اس کو قوی کہا۔ "اللباب" میں تصحیح اقوال میں اختلاف منقول ہے، اسی کی شرح میں ہے کہ "نہایہ" میں پہلے قول کو لیا گیا ہے، "بحر العمیق" میں ہے کہ یہی مذہب صحیح ہے، قاضی خان نے "شرح الجامع" میں دوسرے قول کو صحیح کہا ہے، اور اسے کثیر المشائخ نے اختیار کیا)۔

یصیر ذی زادو راحلةفضلا عما لابد منه ومنه المسکن و مرمته ولوکان عنده ما لواشتری به مسکنا و خادما لا یبقی بعده مایکفی للحج لایلزمه خلاصة، وحرر فی النهر أنه یشترط بقاء راس مال لحرفته ان احتاجت لذٰلك و إلا لا. ورأس المال یختلف باختلاف الناس بحر، و المراد مایمکنه الاکتساب به قدر کفایته وکفایة عیاله اھ ملتقطا.

ایسے زادراہ اور سواری پر قادر ہو جو اس کی ضروریات سے زائد ہو، ان میں اس کی رہائش اور اس کی مرمت بھی ہے، اگر اس کے پاس مال ہے کہ وہ رہائش اور خادم خریدتا ہے اور باقی اتنا مال نہیں بچتا جو حج کے لیے کافی ہو، اس پر حج فرض نہیں ہو گا، خلاصہ۔ اور "نہر" میں ہے اگر وہ کسی کاروبار کا محتاج ہے تو اس کے لیے سرمایہ کا باقی رہنا بھی شرط ہے اور اگر محتاج نہیں تو پھر یہ شرط نہ ہوگی، مختلف لوگوں کے اعتبار سے سرمایہ مختلف ہو سکتا ہے، بحر۔ اور کاروبار سے مراد اتنا ہے جس سے اپنی اور اپنے عیال کے لیے بقدر کفایت روزی حاصل ہو سکے مختصراً۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(ج:۴، ص:۶۸۰/ مترجم، ج:۱۰، ص:۶۹۹)

(۴۵) عورت کے لیے بغیر شوہر یا محرم سفرِ حج جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ: جناب مولوی صاحب مخدوم بندہ سلامت، بعد سلام نیاز کے عرض یہ ہے میری بھاوج بیوہ فی الحال ارادہ حج بیت اللہ شریف کے جانے کا رکھتی ہیں بلکہ بھاوج صاحبہ کا قصد حال میں روانگی کا ہے مگر ہمراہ ان کے کوئی شخص محرم نہیں ہے، جو شخص کہ ان کے ہمراہ جاتا ہے وہ ان کے دور کے رشتہ کا بھائی ہے اور عرصہ سے بھاوج صاحبہ کے پاس ملازم ہے مگر شخص مذکور محتاط نہیں ہے، یہاں کے علما نامحرم شخص کے ہمراہ جانے سے منع فرماتے ہیں اور بھاوج صاحبہ کے حقیقی بھائی مکہ شریف سال

گزشتہ میں گئے ہوئے ہیں واپسی میں وہ ان کے ہمراہ آئیں گے، جناب بموجب شرع شریف یہ ارقام فرمائیے کہ بھاوج صاحبہ کا ایسے شخص کے ہمراہ جانا جائز ہے یا ناجائز؟ جواب سے جلد مطلع فرمائیے۔

الجواب: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:لا یحل لإ مرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ الامع ذی رحم محرم یقوم علیھا.(حلال نہیں اس عورت کو کہ ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر کہ ایک منزل کا بھی سفر کرے مگر محرم کے ساتھ جو اس کی حفاظت کرے)۔

یعنی بچہ یا مجنون یا مجوسی یا بے غیرت فاسق نہ ہو۔ ایسا اگر محرم ہو تو اس کے ساتھ بھی سفر حرام ہے کہ اس سے حفاظت نہ ہو سکے گی، یا ناحفاظتی کا اندیشہ ہو گا۔ حج کا جانا ثواب کے لیے ہے اور بے محرم جانے میں ثواب کے بدلے ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔ میں خاص اس موقع کے لیے نہیں کہتا، بلکہ عام مسئلہ بتاتا ہوں کہ جو عورت حج کو جانا چاہے اور محرم نہ پائے اور شوہر نہ رکھتی ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کفو سے نکاح کر کے اسے ساتھ لے جائے، پھر اگر نکاح کو باقی رکھنا نہ چاہے اور اندیشہ ہو کہ دوسرے کی پابند ہو جائے گی تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ کسی کو (فلاں) کفو کے ساتھ اپنے نکاح کرنے کا اس شرط پر وکیل کرے کہ جب میں سفر حج سے اپنے مکان پر واپس آؤں، مکان میں قدم رکھتے ہی فوراً مجھ پر ایک طلاق بائن ہو، یہ وکیل یونہی نکاح کرے، یعنی اس سے کہے میں نے فلانہ بنت فلاں بن فلان اپنی موکلہ کو اتنے مہر کے عوض اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا کہ جب وہ عورت بعد حج اپنے گھر واپس آئے، مکان میں داخل ہوتے ہی فوراً اس پر ایک طلاق بائن ہو، شوہر کہے میں نے اسے اس شرط پر قبول کیا، اب بعد واپسی گھر میں آتے ہی فوراً اس کے نکاح سے نکل جائے گی، جسے وہ کسی طرح نہیں روک سکتا۔ اور جسے مکہ معظمہ سے واپسی پر محرم ملنے کا یقین ہو یوں شرط کرلے کہ

مکہ معظمہ پہنچتے ہی مجھ پر ایک طلاق بائن ہو، مکہ معظمہ پہنچتے ہی طلاق بائن ہو جائے گی۔ مگر اگر بیچ میں خلوت واقع ہووے تو تا انقضاے ایام عدت وہاں (مکہ معظمہ) قیام لازم ہوگا اور خلوت نہ ہو تو یہ دقت بھی نہ ہوگی۔ اور ہر حال میں جو عورت ولی رکھتی ہو اس کے لیے یہ ضرور ہوگا کہ نکاح مذکور ایسے شخص سے کرے جو قوم یا مذہب یا پیشے یا چال چلن میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح اس کے ولی کے لیے باعث ننگ وعار ہو، یا اگر ایسا شخص ہے تو ولی اس کے اس حال پر مطلع ہو کر پیش از نکاح صریح اجازت دے دے، ورنہ نکاح نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ج:۴، ص:۶۸۲/ مترجم، ج:۱۰، ص:۷۰۴)

(۴۶) کیا ضعیفہ عورت بغیر شوہر یا محرم کے حج کو جا سکتی ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ضعیفہ ستر سالہ یا نوجوان عفیفہ نے تن تنہا یا غیر محرم کے ساتھ بقصد حج حرمین کا سفر کیا، جب بہت کچھ مسافت طے کر چکی تو اس کو راستہ سے اسی حالت میں واپس کرا لیا یا وہ خانۂ کعبہ اور عرفات میں پہنچ گئی اور ارکان حج بتمامہ مع سنن وواجبات وفرائض ادا کیے تو اس کا حج ادا ہوگا یا نہیں؟ اور سفر کی تنہائی مانع ومفسد حج ہوگی یا نہیں؟ اور اس کا راستہ سے لوٹانا مناسب ہوگا یا نہیں؟ بینوا بالكتاب والسنة وتوجروا ببيان احكام القرأن والشريعة.

الجواب: عورت اگر چہ عفیفہ یا ضعیفہ ہو، اسے بے شوہر یا محرم سفر کو جانا حرام ہے۔ یہ عفیفہ ہے تو جن سے اس پر اندیشہ ہے وہ تو عفیف نہیں، اور یہ ضعیفہ ہے تو سفر خصوصاً سفر حج میں اور زیادہ محتاج محرم ہے کہ جہاز یا اونٹ پر چڑھانے اتارنے کے لیے ضعیفہ کو دوسرے شخص کی زیادہ حاجت ہے۔ ہاں اگر چلی جائے گی گنہ گار ہوگی، ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا، مگر حج ہو جائے گا کہ معیت محرم شرط صحت حج نہیں۔ رہی

واپسی اگر اس کا شوہر یا محرم اس کے ساتھ حج کو جاسکتا ہے تو یہی مناسب ہے۔ اس صورت میں واپس کرنا مناسب نہیں، اور اگر زوج یا محرم کوئی نہیں، یا ہے مگر حج کو نہیں جاسکتا تو اگر ابھی مدت سفر تک نہیں گئی ہے واپسی لازم ہے، اور اگر مدت سفر تک قطع کر چکی تو شوہر یا محرم ہوں تو واپس لائیں کہ اس میں ازالۂ گناہ ہے اور ازالۂ گناہ فرض ہے۔قال الله تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا.(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچالو۔)

وقال ﷺ:من رأیٰ منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ.(اور سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا:تم میں سے جو برائی دیکھے اسے طاقت سے روکے۔)

اور اگر شوہر و محرم نہیں رکھتی تو اگر اتنی دور پہنچ گئی کہ مکہ معظمہ تک مدت سفر نہیں، مثلاً جدہ پہنچ گئی تو اب چلی جائے اور واپس نہ ہو، کہ واپسی میں سفر بلا محرم ہے اور وہ حرام ہے۔وکانت کمن أبانها زوجها أومات عنها ولو فی مصر ولیس بینها و بین مصرها مدة سفر رجعت ولو بین مصرها مدة و بین مقصدها اقل مضت.(مثلاً اس عورت کو خاوند نے طلاق بائن دے دی یا وہ فوت ہوگیا اگر وہ شہر میں تھا اور اس عورت اور اس کے وطن کے درمیان مدت سفر نہیں تو وہ عورت لوٹ آئے اور اگر اس کے وطن کے لیے مدت سفر ہو اور مقصد کے لیے مدت سفر کم ہو تو سفر جاری رکھے۔)

پھر بعد حج مکہ معظمہ میں اقامت کرے، بلا محرم گھر کو واپس آنا بلکہ مدینہ طیبہ کی حاضری ناممکن ہے۔ یہ وہ عورت ہے جس نے خود اپنے آپ کو بلا میں ڈالا، اس کے لیے چارۂ کار نہیں، مگر یہ کہ اس کا کوئی محرم جاکر اسے لائے، یوں کہ اُس سال وہ جانا نہ چاہتا تھا اِس سال گیا یا یوں کہ اُس سال تک اس کا کوئی محرم نابالغ تھا اب بالغ ہوا اور لاسکتا ہے، اور یہ بھی نہ ہو تو چارۂ کار نکاح ہے۔ نکاح کرے پھر شوہر کے ساتھ چاہے

واپس آئے یا وہیں مقیم رہے، اور اگر دونوں طرف مدت سفر ہے تو یہ بلا سخت تر ہے اور جانا یا آنا کوئی بھی بے گناہ نہیں ہو سکتا، مگر بہ حصول محرم یا تحصیل شوہر۔ شوہر کے قبضے میں اگر ہمیشہ رہنا نہ چاہے تو اس کا یہ علاج ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ میرا کام میرے ہاتھ میں رہے گا جب چاہوں اپنے آپ کو طلاق بائن دے لوں، او راگر یہ بھی ناممکن ہو تو سب طرف سے دروازے بند ہیں، پوری مضطرہ ہے، اگر ثقہ معتمدہ عورتیں واپسی کے لیے ملیں تو مذہب امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عمل کر کے ساتھ واپس آئے، اور جانے کے لیے ملیں تو ان کے ساتھ جائے، انھیں کے ساتھ واپس آئے، کہ تقلید غیر عند الضرورۃ بلا شبہہ جائز ہے کما فی الدر المختار وغیرہ اس لیے ارشاد ہوا کہ إختلاف أصحابی لکم رحمۃ. (میرے صحابہ کا اختلاف تمھارے لیے رحمت ہے۔) ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی فلیحرر ولیراجع. واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج:۴، ص:۶۸۴/ مترجم، ج:۱۰، ص:۷۰۶)

(۴۷) عورت پر حج فرض ہے اور شوہر اجازت نہیں دیتا، عورت کیا کرے گی؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کے پاس اس کے باپ بھائی خاوند کا دیا ہوا اتنا سرمایہ موجود ہے کہ جس سے وہ بخوبی حج کر سکتی ہے۔ مسماۃ مذکورہ کا ارادہ اب کے سال حج کرنے کا مصمم ہے مگر باوجود ہر منت و سماجت کے اس کا خاوند اس کو اجازت نہیں دیتا، اس کے حقیقی بھائی بھی اب کی مرتبہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں، یہ موقع بھی مسماۃ مذکورہ نے نہایت مناسب سمجھا ہے اس صورت میں یہ عورت بلا اجازت اپنے خاوند کے اپنے بھائیوں کے ہمراہ جا کر حج ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: جب کہ عورت پر حج فرض ہے، اجازت شوہر کی ہر گز حاجت

نہیں، فالأصح إن افتراض الحج فوری وقال ﷺ لا طاعة لاحد فی معصیة الله. یہی درست کہ فریضہ حج فوراً ادا کیا جائے، اور حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔

عورت کے لیے ایک بڑی شرط شوہر یا محرم کا ساتھ رہنا ہے، اس وقت تو اس کا بھائی جارہا ہے کیا معلوم کہ آگے کوئی محرم ساتھ کو نہ ملے تو حج سے محروم رہے، نہایت جلدی کرے اور فوراً بھائی کے ساتھ چلی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(قدیم، ج:۴، ص:۶۸۷/ مترجم، ج:۱۰، ص:۷۱۷)

(۴۸) کیا عورت بھی حج کرے گی؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کا حج کو جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے، جو راہ کی طاقت رکھتا ہو اُس پر فرض ہے مرد ہو یا عورت، جو ادا نہ کرے گا عذابِ جہنّم کا مستحق ہوگا۔ عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اُسے بغیر شوہر یا محرم کو ساتھ لیے سفر کو جانا حرام، اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم کے جائے گی تو گنہ گار ہوگی، ہاں جب فرض ادا ہو جائے تو بار بار سفر کرنا عورت کو مناسب نہیں کہ وُہ جس قدر پردے کے اندر رہے، اُس قدر بہتر ہے۔

حدیث میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امہات المومنین کو حج کراکر فرمایا: هذه ثم حصر البيوت. یہ ایک حج ہو گیا اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی اولویت کا ارشاد ہے نہ کہ عورت کو دُوسرا حج ناجائز ہے، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴، ص:۶۶۱/ مترجم، ج:۱۰، ص:۶۵۷)

(۴۹) کسی کے پاس صرف رشوت کے روپے ہیں، اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) جس کے پاس روپیہ تنخواہ ورشوت وغیرہ کا شامل ہو اور اس کے خرچ خانگی وغیرہ سے فاضل ہو تو اس شخص پر حج بیت اللہ شریف فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو اس روپے سے حج ادا ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں ادا ہوگا تو اس کے واسطے کیا صورت ہونی چاہیے کہ جس سے حج بھی ادا ہو جائے اور ثواب کا بھی مستحق ہو؟

(۲) جس شخص کے پاس روپیہ واسطے خرچ حج بیت اللہ شریف موجود ہے لیکن وہ شخص بوجہ پوری تندرستی نہ ہونے کے، خود جانے سے معذور ہے تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کس صورت سے حج ادا ہو سکتا ہے کہ جس سے یہ شخص سبکدوش ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) اگر اس کے پاس مال حلال کبھی اتنا نہ ہوا جس سے حج کر سکے اگر چہ رشوت کے ہزار ہا روپے ہوئے تو اس پر حج فرض ہی نہ ہوا کہ مالِ رشوت مثل مغصوب ہے وہ اس کا مالک ہی نہیں، اور اگر مال حلال اس قدر اس کے پاس ہے یا کسی موسم میں ہوا تھا تو اس پر حج فرض ہے۔ مگر رشوت وغیرہ حرام مال کا اس میں صرف کرنا حرام ہے اور وہ حج قابل قبول نہ ہوگا اگر چہ فرض ساقط ہو جائے گا، حدیث میں ارشاد ہوا جو مالِ حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب وہ لبیک کہتا ہے فرشتہ جواب دیتا ہے: لا لبيك و لا سعديك حتى تردما في يديك وحجك مردود عليك. (نہ تیری حاضری قبول نہ تیری خدمت قبول، اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود، جب تک تو یہ حرام مال جو تیرے ہاتھو میں ہے واپس نہ دے۔) اس کے لیے چارۂ کار یہ ہے کہ قرض لے کر فرض ادا کرے۔

(۲) عذر اگر ایسا ہو کہ مانع سفر ہے مثلاً آنکھیں نہیں یا پاؤں نہیں اور اس عذر کے زوال کی کوئی امید نہیں تو اپنی طرف سے حج بدل کرادے، اور اگر عذر مانع سفر نہیں تو خود جائے، اور اگر مانع سفر ہے مگر زوال کی امید ہے جیسے تپِ شدید یا درد وغیرہ تو حج بدل نہیں کراسکتا۔ بلکہ زوال کا انتظار کرے، جب شفاء ہوجائے خود جائے، اور اگر قبل شفا وقت آجائے تو حج بدل کی وصیت کر جائے، اگر اپنی طرف سے کوئی تقصیر نہ کی تھی یعنی جب سے حج فرض ہوا تھا، عذر مانع سفر لاحق تھا اور قبل زوال وقت آگیا تو اس پر مواخذہ نہ ہوگا، اور اگر ایک سال بھی ایسا گزر گیا تھا کہ جاسکتا تھا اور نہ گیا تو گنہ گار ہوا، استغفار واجب ہے اور حج بدل کرانا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴، ص:۶۸۵/ مترجم، ج:۱۰، ص:۷۰۸)

(۵۰) تربت اطہر ﷺ کا مقام

مسئلہ: حضور سرور کائنات ﷺ کا مزار اقدس بلکہ مدینہ طیبہ عرش وکرسی وکعبہ شریف سے افضل ہے یا نہیں؟

الجواب: تُربت اطہر یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متّصل ہے، کعبۂ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے: صرح به ابن عقيل الحنبلي وتلقاه العلماء بالقبول. (یعنی اس پر ابن عقیل حنبلی نے تصریح کی اور تمام علما نے اسے قبول کیا۔)

باقی مزار شریف کا بالائی حصہ اس میں داخل نہیں۔ کعبۂ معظمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ سوائے موضع تربتِ اطہر اور مکہ معظمہ سوائے کعبۂ مکرمہ ان دونوں میں کون افضل ہے، اکثر جانب ثانی ہیں اور اپنا مسلک اول اور یہی مذہب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، طبرانی کی حدیث میں تصریح ہے کہ المدينة أفضل من مكة. (یعنی مدینہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) مکہ سے افضل ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۴، ص:۶۸۷/ مترجم، ج:۱۰، ص:۷۱۱) ☆☆☆

۶ باب نکاح

(۵۱)جس شادی میں ممنوعات شرعیہ ہوں وہاں نکاح صحیح ہوتا ہے یانہیں ؟

مسئلہ: جس شادی میں رقص اور باجا وغیرہ ممنوعات شرعیہ ہوں، وہاں نکاح ہوجاتا ہے یانہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس میں شک نہیں کہ یہ ناچ اور اکثر باجے شرعاً حرام ہیں اور ان کے دیکھنے سننے کا مرتکب فاسق وگنہ گار، مگر کفر نہیں کہ نکاح ہی نہ ہو، شرع مطہر میں نکاح صرف اس سے ہوجاتا ہے کہ مرد وزن ایجاب وقبول کریں اور دو گواہ سُنتے سمجھتے ہوں، باقی اس جلسہ کا کسی ممنوع شرعی پر مشتمل نہ ہونا شرط نہیں۔ شیطان کے طرقِ اغوا سے ایک بدتر طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی کو حسنات کے حیلہ سے ہلاک کرتا ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر عمدہ تمغائے مسلمانی ہے، اس نیک کام میں بہت لوگ حدود خداوندی کا خیال نہیں رکھتے اور تشدد وتعصب کو یہاں تک نباہتے ہیں کہ ان کا گناہ ان جاہلوں کے گناہ سے بدرجہا زائد ہوجاتا ہے جن کے لیے یہ ناصح مشفق بنے تھے، اور یہ بلا حضراتِ وہابیہ میں بہت ہے ذرا ذرا سی بات کو کفر، شرک، بدعتِ ضلالت مخل اصل ایمان کہہ دیتے ہیں اور مطلق پاس ولحاظ اسلام ومسلمین دل میں نہیں لاتے۔

اسی طرح یہ قائل بھی اوروں کو ناچ گانے سے روکتا تھا اور خود اس سے اشد گناہ یعنی شریعت مطہرہ پر افترا کیا۔ مع ہذا اس پر لازم کہ اہل ہند اکثر عوام مسلمین مرد وزن کو معاذ اللہ زانی وزانیہ اور ان کی اولاد کو ولد الزنا ٹھہرائے حالاں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝. (اللہ تعالیٰ تمھیں دوبارہ کبھی اس طرح کرنے سے منع فرماتا ہے، بشرطے کہ تم مومن ہو۔)

غرض امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی بھی ایک حد مقرر ہے کہ اس سے تجاوز آدمی کو خود ترک معروف وارتکابِ منکر میں مبتلا کردیتا ہے۔ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ. (جس نے حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔) ہاں اگر دُولھا دلہن میں سے کسی کا یہ عقیدہ ومذہب ہو کہ رنڈیوں کا یہ ناچ حلال ومباح ہے تو وہاں اس حکم کی گنجائش ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ج:۵،ص:۸۹/مترجم،ج:۱۱،ص:۱۰۹)

(۵۲) نکاح کا گواہ یا وکیل غیر مقلد وہابی ہو تو نکاح درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ: اگر وکیل بالنکاح یا شاہدین نکاح غیر مقلد وہابی ہو تو ایسے شخص کی وکالت یا شہادت درست ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسے لوگ وکیل یا شاہد ہوں نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب: وہابی وغیر مقلد کی ضلالت جب کہ حد کفر تک نہ پہنچی ہو (اور یہ غیر مقلد وہابیوں میں نادر ہے اور جب سے طائفۂ رشیدیہ پیدا ہوا، مقلد وہابیوں میں بھی کٹے اسماعیلیوں کی طرح یہی حالت ہوگئی، ان میں غالبًا کوئی نہ ہوگا، جس پر بحکم فقہاے کرام لزوم کفر نہ ہو، اور بہت تو صریح التزام کی حد پر ہیں نسأل الله العافية وحسن العاقبة) جب تو نکاح میں ان کا شاہد ہونا اصلاً مخل نہیں اور اگر حد کفر پر ہوں تو وکالت جب بھی جائز ہے کہ مرتد کو وکیل کرسکتے ہیں یعنی اس کی وکالت صحیح ہوجائے گی اگرچہ اس سے میل جول اختلاط حرام ہے۔

ہندیہ میں ہے: تجوز وكالة المرتد بان وكل مسلم مرتدا وكذا لوكان مسلما وقت التوكيل ثم ارتد فهو على وكالته إلا أن يلحق بدارالحرب فتبطل وكالته كذافي البدائع. (مسلمان نے مرتد کو وکیل بنایا یا مسلمان کو وکیل بنایا وہ بعد میں مرتد ہوگیا تو یہ وکالت باقی رہے گی، مگر جب وہ دارالحرب

بھاگ جائے تو وکالت ختم ہو جائے گی، بدائع میں ایسے ہی ہے۔)

رہی شہادت، عوام میں دو شخص جن کو گواہی نکاح سے نامزد کیا جاتا ہے اگر وہ دونوں مرتد وہابی تھے، مگر جلسے میں اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان ہیں جنھوں نے معًا ایجاب وقبول سنا اور سمجھا جب تو نکاح صحیح ہو گیا، لوجود الشھود وان کان من سموا شھودامرتدین (گواہوں کی حاضری کی وجہ سے، اگرچہ انھوں نے مرتد گواہوں کو نامزد کیا ہو۔) اور اگر صرف یہی حاضر وسامع وفاہم تھے یا اور جتنے ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں ایک نصاب مسلمانوں سے پورا نہیں تو نکاح صحیح نہ ہوا، فاسد محض ہوا؛ لأن من شرائط الصحۃالشھود ولاشھادۃ لمرتد کمافی الدرالمختار وغیرہ. (کیوں کہ صحت کے لیے گواہی شرط ہے اور مرتد شہادت دینے کا اہل نہیں ہے جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۵، ص:۱۴۴/مترجم، ج:۱۱، ص:۲۱۸)

(۵۳) سُنی کا نکاح غیر مقلد وہابی پڑھائے تو نکاح ہو گا یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی غیر مقلد کسی مقلد کا نکاح بموجب شرع مصطفوی ﷺ کے پڑھا دے تو اس کا پڑھایا ہوا نکاح جائز ہے یا حرام؟ اور جو اس نکاح سے اولاد پیدا ہو وہ حرامی تو نہ ہو گی؟

الجواب: اگرچہ نکاح خواں شرع مطہر میں کوئی چیز نہیں، اگر کوئی ہندو مشرک، زوجین کو ایجاب وقبول روبروئے گواہان کرا دے اور شرائط صحت متحقق ہوں، نکاح ہو جائے گا۔ مگر یہاں ایک نکتہ جلیلہ ہے جسے وہی سمجھتے ہیں جو موفق من اللہ تعالیٰ عزوجل ہیں وہ یہ کہ اگر ہندو مشرک پڑھا جائے گا تو کوئی کلمہ گو اسے معظم دینی بلکہ مسلمان بھی نہ جانے گا، بخلاف ان کلمہ گویان کفر در دل کے، کہ عوام ان کو خالص مسلمان جانتے ہیں حالاں کہ ان پر صدہا وجہ سے بحکم احادیث صحیحہ وتصریحات فقہیہ حکم کفر لازم

ہے۔کما فصلنا فی الکوکبۃ الشھابیۃ وفی النھی الأکید وغیرھما ولدي مزید.

اور ان میں بہت تو کھلم کھلا ضروریات دین کے منکر اور قطعًا اجماعًا مرتد کافر ہیں اور نکاح خوانی کے لیے لوگ اسے بلاتے ہیں جسے اپنے نزدیک صالح اور معتبر جانتے ہیں تو اگر زوجین میں سے کسی نے ان کے کفریات پر مطلع ہوکر پھر ان کو نیک اور صالح سمجھا تو ان پر بھی وہی حکم نقد وقت ہوگا کما صرح بہ فی الشفاء والأشباہ وغیرھما. ایسی صورت میں بحکم فقہ اصلاً مطلق نکاح نہ ہوگا، لہذا احتیاط کی ضرورت ہے، اگر ایسا واقع ہولیا یعنی اس کی گمراہیوں پر مطلع ہوکر پھر اسے معظم ومتبرک سمجھ کر نکاح خوانی کے لیے بلایا تو بعد توبہ وتجدید اسلام تجدید نکاح لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ج:۵،ص:۱۴۵/مترجم،ج:۱۱،ص:۲۱۹)

(۵۴) زوجین نے ایجاب وقبول کر لیے مگر گواہوں نے نہ سنا، نکاح ہوا یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین کہ زید وہندہ نے دو آدمیوں کی موجودگی میں باہم کلمات ایجاب وقبول نکاح کے کہے، لیکن ان دونوں آدمیوں کو مطلقًا سماعت اور علم نکاح زید اور ہندہ کا نہ ہوا۔ بعدازاں زید نکاح سے منکر ہوا۔ اور ان دونوں شاہدوں نے بھی سماعت اور علم نکاح سے لاعلمی روبرو حاکم شرع کے ظاہر کی، تو آیا حاکم شرع زوجہ کو مہر دلائے گا یا نہیں؟ اور یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نکاح میں شرط ہے کہ دونوں گواہ معًا، دونوں لفظ ایجاب وقبول، جلسہ واحدہ میں سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہورہا ہے۔فی الدرالمختار: شرط حضور شاھدین حرین أوحر وحرتین مکلفین سامعین قولھما معاعلی الأصح فاھمین أنہ نکاح علی المذھب، بحر.

(در مختار میں ہے کہ نکاح میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں عاقل بالغ اور آزاد کا مجلس میں اس طرح موجود ہونا کہ وہ نکاح سمجھتے ہوئے نکاح کرنے والوں کے کلام کو سنیں، شرط ہے، یہ صحیح مذہب ہے، بحر۔) تو مذہب اصح پر یہ نکاح منعقد نہ ہوا، زید کا انکار سچا ہے، اگر نوبت ہم بستری نہ آئی تو مہر سے کیا علاقہ، ورنہ مہر مثل دینا ہوگا۔

فان الوطئی فی دارالاسلام لا یخلو عن حد أوعقر کما فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الأسفار وقد کانت ھٰھنا شبھة العقد فالحد سقط فالعقر ثبت. (کیوں کہ دارالاسلام میں بے محل جماع حد یا عقر سے خالی نہیں ہوتا، جیسا کہ در مختار وغیرہ معتمد کتب میں ہے۔ یہاں چوں کہ نکاح کا شبہ ہے لہٰذا حد ساقط ہوگئی تو عقر (مہر) واجب ہوگا)۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ج:۵، ص:۱۳۶/ مترجم، ج:۱۱، ص:۲۰۶)

(۵۵) جہیز میں دیے ہوئے زیور کا مالک کون؟ عورت یا اس کا شوہر؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جو زیور اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا اس کی مالک دخترِ زید ہے یا اس کا شوہر، اور اگر شوہر بے اذنِ زوجہ اس میں تصرف کرے تو نافذ ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: زیور وغیرہ جہیز کہ زید نے اپنی بیٹی کو دیا، خاص ملک دختر ہے۔ شوہر کو کسی طرح کا استحقاق مالکانہ اُس میں نہیں، نہ اس کا تصرف بے رضا واذنِ زوجہ نافذ ہوسکے۔ فی الدرالمختار: جھز ابنته بجھاز وسلمھا ذٰلك لیس له الاسترداد منھا، ولا لورثته بعدہ، ان سلمھا ذٰلك فی صحته بل تختص به و به یفتی. (در مختار میں ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیٹی کو کچھ جہیز دیا اور وُہ اس کے سپرد بھی کر دیا تو اب اس سے واپس نہیں لے سکتا، اور نہ ہی اس کے مرنے کے بعد اُس کے وارث واپس لے سکتے ہیں بلکہ وہ خاص عورت کی ملکیت ہے، اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا

ہے بشرطے کہ اس نے یہ جہیز حالتِ صحت میں بیٹی کے سپرد کیا ہو (یعنی مرض الموت میں نہ دیا ہو)۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة لاحق لاحد فيه. واللہ تعالیٰ اعلم. (ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اس میں کسی اور کا کوئی حق نہیں ہوتا)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۵، ص:۱۶۸/ مترجم، ج:۱۲، ص:۲۰۲)

(۵۶) ایک ماہ کے بعد طلاق دے دوں گا، اس شرط پر نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے بایں شرط نکاح کیا کہ ایک ماہ کے بعد طلاق دے دوں گا۔ اور اس امر کو اپنے دل میں رکھا، یا یہ کہ ہندہ سے بیان کیا، تو آیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نکاح صحیح ہے خواہ دل میں یہ قصد رکھا، خواہ عقد میں اس کی شرط کرلی، کہ طلاق کا شرط کرنا ہی ارادۂ نکاح دائم پر دلیل ہے، ہاں اگر یوں عقد کرے کہ میں نے تجھ سے ایک مہینہ یا ایک برس یا سو برس کے لیے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا کہ ایک وقت تک نکاح کو محدود کر دینا صورت متعہ ہے اور متعہ محض حرام اور زنا۔

درمختار میں ہے: بطل نكاح متعة وموقت وإن جهلت المدة لو طالت في الأصح وليس منه مالو نكحها على أن يطلقها بعد شهر أو نوى مكثه معها مدة معيّنة.

(متعہ کے طور پر نکاح یا مقررہ مدت کے لیے نکاح، خواہ مدت لمبی ہو یا مدت مجہول ہو تو صحیح مذہب میں یہ نکاح باطل ہے، اور اگر اس شرط پر نکاح کیا کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دوں گا، یا اس وقت دل میں مقررہ مدت کی نیت کی تھی تو باطل نہ ہوگا۔)

ردالمحتار میں ہے: لان اشتراط القاطع یدل علی انعقادہ مؤبدا و بطل الشرط بحر. (اس لیے کہ نکاح میں طلاق کی شرط دلالت کرتی ہے کہ یہ نکاح دائمی ہے اور شرط باطل ہوگی، بحر)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۵، ص:۱۲۷/ مترجم، ج:۱۱، ص:۱۹۲)

(۵۷) نکاح کرنے والے کو تین مرتبہ قبول کرنا شرط ہے یا ایک بار؟

مسئلہ: نکاح کو تین مرتبہ قبول کرنا شرط ہے یا ایک بار؟ اور گھبرانے کی وجہ سے تین بار تین طرح کہا، کبھی یہ کہ قبول ہے، کبھی میں نے قبول کیا، کبھی قَبِلْتُ، ایسی صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور یہ بحضور شاہدین ہے اور عورت سے ایجاب درست طور پر ہوا یا نہیں؟

الجواب: نکاح خواہ کسی عقد میں تین بار قبول اصلاً ضرور نہیں۔ ایک ہی بار کافی ہے، اور تین بار تین طرح الفاظ قبول ادا ہونا کچھ مضر نہیں، ہاں اگر گھبراہٹ میں بجائے قبول بعض الفاظ رد و انکار ادا ہوں تو یہ دیکھا جائے گا کہ پہلے لفظ قبول کہا تھا تو نکاح ہو گیا کہ بعد تمامی عقد رد و انکار مانع انعقاد نہیں، اور پہلے لفظ "انکار" نکلا تو وہ ایجاب رد ہو گیا، اب جو اس کے بعد اس نے لفظ "قبول" کہا یہ اس کی طرف سے ایجاب ہوا، اگر اسی مجلس میں ادھر سے لفظ "قبول" متحقق ہوا منعقد ہو جائے گا، ورنہ باطل ہو جائے گا۔

اور اگر متعدّد الفاظ میں لفظ رد کوئی نہیں تھا ہاں ایسے الفاظ تھے کہ قبول نہ ٹھہریں تو وہ خواہ پہلے ہوں یا پیچھے جب کہ مجلس بدلنے سے پہلے ایک لفظ بھی قبول صحیح کا ادا ہو گا نکاح ہو جائے گا لأن الفور غیر شرط والمجلس یجمع المتفرق. (کیوں کہ فوراً قبول کرنا شرط نہیں اور مجلس جامع متفرقات ہے۔) اور ایجاب عورت کی طرف سے ہو یا مرد کی طرف سے دونوں درست ہیں، عقود میں ایجاب و قبول کچھ متعیّن نہیں، عاقدین میں جس کی طرف سے الفاظِ عقد پہلے صادر ہوں گے، ان کا نام "ایجاب" رکھا

جائے گا ان کے جواب میں دوسرا جو کہے گا وہ قبول قرار پائے گا، مثلاً عورت نے مرد سے کہا "میں نے تجھے اپنی زوجیت میں قبول کیا" یہ ایجاب ہوا اگرچہ بلفظ قبول ہے، مرد نے اس کے جواب میں کہا "میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لیا" یہ قبول ہوا اگرچہ بلفظ قبول نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۵، ص:۱۴۴/ مترجم، ج:۱۱، ص:۲۱۷)

(۵۸) ہندہ، بنت زید ہے، مگر بوقت نکاح ہندہ بنت بکر کہہ دیا، نکاح ہوا یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی صحیح ولدیت زید ہے اور بوقت نکاح بکر قائم کرکے ایجاب وقبول ہوا ہے، تو ایسا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ نیز اس کا اصل باپ یعنی زید جو زندہ موجود ہے بروقت نکاح نہ اس سے اجازت لی گئی نہ اسے اطلاع دی۔ صورت مسئولہ میں اگر نکاح نہیں ہوا تو کیا ہندہ اپنی منشا کے موافق اپنے کفو میں نکاح ثانی کرسکتی ہے، ایام عدت کی قید ہے یا نہیں، ؟ ہندہ بالغہ ہے، بینوا توجروا۔

الجواب: اگر ہندہ اس جلسۂ نکاح میں حاضر نہ تھی اور اس کی طرف اشارہ کرکے نہ کہا گیا کہ اس ہندہ بنت بکر کا نکاح تیرے ساتھ کیا، بلکہ ہندہ کی غیبت میں یہ الفاظ کہے گئے تو ہندہ کا نکاح نہ ہوا۔ نہ اسے طلاق کی حاجت نہ عدت کی ضرورت۔ جس سے چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے کہ نکاح تو ہندہ بنت بکر کا ہوا اور یہ ہندہ بنت بکر نہیں، ہاں اگر بکر نے اسے پرورش یا متبنی کیا تھا اور وہ عرف میں ہندہ بنت بکر کہی جاتی ہے اور اس کے کہنے سے اس کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہوگیا اب بغیر طلاق ہندہ کو مخلص نہیں۔ درمختار میں ہے: غلط وکیلها بالنکاح فی اسم ابیها بغیر حضورها لم یصح. (لڑکی کی غیر موجودگی میں اس کے وکیل نے لڑکی کے باپ کا نام

غلط کہہ دیا تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔)

عالمگیری میں ہے: قال إمرأته عمرة بنت صبيح طالق وإمرأته عمرة بنت حفص ولانية له لاتطلق إمرأته فإن كان صبيح زوج اُم إمرأته وكانت تنسب إليه وهى فى حجره فقال ذٰلك وهو يعلم نسب إمرأته أولا يعلم طلقت إمرأته.

(کسی شخص نے طلاق دیتے وقت اپنی بیوی کا نام عمرہ بنت صبیح کو طلاق کہا جب کہ اس کی بیوی کا نام عمرہ بنت حفص ہے، اور طلاق کے وقت اس شخص نے کوئی نیت نہ کی تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوگی، اور اگر اس کی بیوی عمرہ کی ماں کے دوسرے خاوند کا نام صبیح تھا اور یہ عمرہ اپنی ماں کے ساتھ صبیح کی پرورش میں رہی اس وجہ سے عمرہ صبیح کی طرف منسوب ہوتی ہے اور خاوند کو عمرہ کے اصل نسب کا علم ہے یا نہیں دونوں صورتوں میں اس کی بیوی عمرہ کو طلاق ہوجائے گی)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۵، ص:۱۶۶/ج:۱۱، ص:۲۴۹)

(۵۹) نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے جماع بین الاختین کیا، اور اولادیں دونوں سے ہیں، پس ازروئے شرع اقدس یہ اولادیں اور بیویاں جائز قرار پائیں گی یا نہیں؟ اور زید کا ترکہ پانے کی مستحق ہوں گی یا نہیں؟

الجواب: اگر دونوں سے ایک ساتھ نکاح کیا دونوں حرام، اور اگر آگے پیچھے کیا تو پہلی کا نکاح بے خلل، دوسری کا حرام، پھر جب دوسری سے قربت کی پہلی سے قربت بھی حرام ہوگئی، جب تک اسے جدا کرکے عدت نہ گزر جائے۔ اولادیں بہر حال ولد الحرام ہیں جیسے وہ نطفہ جو حالتِ حیض میں ٹھہرا مگر ولد الزنا نہیں، زید کا ترکہ ان سب اولاد کو ملے گا۔ ہاں دونوں سے معًا نکاح کیا دونوں زوجہ ورنہ پچھلی ترکہ نہ پائے گی، یہ سب اس

صورت میں ہے کہ دونوں سے نکاح کیا ہو، اور اگر زوجہ نکاح میں ہے اور سالی سے زنا کیا تو زوجہ سے قربت بھی حرام نہ ہوگی، نہ اس کی اولاد ولد الحرام ہوگی، سالی سے جو بچے ہوں گے ولد الزنا ہوں گے اور زید کا ترکہ نہ پائیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج:۵، ص:۱۸۴/ مترجم، ج:۱۱، ص:۲۷۱)

(۶۰) عورتوں کے مہر میں مرد کی حیثیت کا اعتبار کہاں تک ہے؟

مسئلہ: زید محض غریب آدمی ہے، جائداد وغیرہ کچھ نہیں رکھتا، صرف پیشۂ طبابت وغیرہ سے کام چلتا ہے۔ اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ مہر سوا لاکھ روپے سے کم نہ ہوگا۔ عمرو جس کو لڑکی منسوب ہے، وہ اس سے بھی زیادہ غریب ہے۔ غربت کی وجہ سے عمرو اس قدر دَین منظور نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں محض غریب آدمی ہوں، سوا لاکھ روپیہ میں نے کبھی دیکھا بھی نہیں ہے۔ اس قدر مہر میں ہرگز قبول نہ کروں گا۔ غرضے کہ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زیادتی اگرچہ غیر مستحسن ہے، لیکن حیثیت کا کچھ لحاظ رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حیثیت زوج کا کچھ لحاظ کیا ہے؟ ایسی صورت میں کہ عمرو کی حیثیت سے کہیں زیادہ ہے نکاح سوا لاکھ مہر پر کیسا ہوگا؟ اور اگر ہو گیا تو حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ اگر مہر ادا کرنے کی نیت نہ ہوئی تو زنا ہوگا اور لڑکے حرامی۔ اس کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ اور نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حیثیت کا لحاظ رکھنا مناسب ہے، مگر نکاح ہر طرح ہو جائے گا اگرچہ نان شبینہ کے محتاج پر تمام خزائن دنیا کے برابر مہر باندھا جائے۔ مہر نکاح میں اصل نہیں، ولہذا نفی مہر کے ساتھ بھی نکاح صحیح ہے، مہر مثل لازم ہوگا۔ اور جب رقم معین کر دی اگرچہ کسی قدر کثیر تو وہ ضرور ذمہ پر لازم ہوگی۔ انسان اگرچہ بادشاہ ہفت اقلیم ہو اس کی حیثیت محدود ہے، ذمہ کی وسعت محدود نہیں اگر محتاج محض ہو، حدیث میں فرمایا: المال غاد ورائح۔ (مال صبح و شام آنے جانے والی چیز ہے۔) وہ کہ جنھیں

روٹی نصیب نہ تھی آنکھوں دیکھتے والی ملک ہو گئے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ طرفین اسے دَین سمجھیں اور شوہر نیت ادا رکھے۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض مفلس تھے، نکاح کیا، مہر کثیر کی درخواست کی گئی، قبول فرمالی اور فرمایا: علی اللہ وعلی رسولہ المعال. (اللہ اور اس کے رسول پر بھروسہ ہے۔ یعنی وہ عطا فرمادیں گے)۔

چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ خود قرآن عظیم فرماتا ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۠ ﴿۵۹﴾. (اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہوتے اللہ ورسول کے دیے پر، اور کہتے اللہ ہمیں کافی ہے اب ہمیں دیتے ہیں اللہ ورسول اپنے فضل سے، بے شک ہم اللہ ہی کی طرف روئے نیاز لاتے ہیں)۔

ایسی حالت میں کوئی الزام بھی نہیں، بلکہ نکاح نیتِ صحیحہ اور حاجتِ صادقہ کے ساتھ کیا گیا ہے تو حسب وعدۂ صادقہ حدیث صحیح اللہ عزوجل اس دین کا ضامن ہے۔

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار خطبہ میں مغالاۃ فی المھور. یعنی حیثیت سے زیادہ مہر باندھنے پر انکار شدید فرمایا، حاضرین میں سے ایک بی بی اٹھیں آیت کریمہ: وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا. (تم ان عورتوں کو ڈھیر مال دیتے ہو۔) تلاوت کی جس میں سونے کا ڈھیر عورت کے مہر میں مقرر کرنا جائز فرمایا گیا، فوراً امیر المومنین نے انکار سے رجوع فرمائی اور بکمال تواضع فرمایا: اللّٰھم کل احد افقہ من عمر حتی المخدرات فی المحال. (اے اللہ! ہر ایک عمر سے زیادہ فقیہ ہے حتیٰ کہ پردہ دار عورتیں بھی۔)

ہاں یہ ناجائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی نیت نہ ہو، اگرچہ اس کی حیثیت سے کتنا ہی کم ہو اسی کو حدیث میں فرمایا ہے کہ وہ حشر میں زانی وزانیہ اٹھائے جائیں گے، یہ اس حدیث میں بھی نہیں کہ وہ شرعاً زانی زانیہ ہیں اور اولاد حرامی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۵،ص:۱۹۳/ مترجم، ج:۱۱،ص:۲۸۲) ☆☆☆

۷ باب طلاق

---

(۶۱) زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، بیوی نے نہ سُنی، طلاق ہوئی یا نہیں؟

مسئلہ: زید اپنے مکان میں تنہا مقیم تھا، اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دی لیکن زوجہ نے نہ سُنی نہ دوسرے آدمی نے، اس وجہ سے کہ اور آدمی دوسرے مکان میں تھے، پس طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: طلاق کے لیے زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سُننا ضرور نہیں۔ جب کہ شوہر اپنی زبان سے الفاظ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے (اگرچہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچی) عنداللہ طلاق ہوگئی۔ عورت کو خبر ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلقہ جانے۔ ہاں اگر صرف دل میں طلاق دے لی تو بالاجماع نہ ہوگی، یا زبان سے لفظ تو کہے مگر ایسے کہ زبان کو صرف جنبش ہوئی آواز اپنے کان تک آنے کے بھی قابل نہ تھی، تو مذہب اصح میں یُوں بھی نہ ہوگی۔

فی الدرالمختار: أدنى الجهر اسماع غيره، و أدنى المخافة اسماع نفسه ويجرى ذٰلك فى كل مايتعلق بالنطق كتسمية على ذبيحة ووجوب سجدة تلاوة، وعتاق وطلاق واستثناء فلوطلق أو استثنٰى ولم يسمع نفسه لم يصح فى الأصح .اھ بالاختصار . (درمختار میں ہے کم از کم جہر یہ ہے کہ دوسرا سُنے اور کم از کم خفا یہ ہے کہ خود سُن سکے۔ یہ ضابطہ ہر ایسے مقام کے لیے ہے جس کا تعلق نطق سے ہو، جیسے ذبیحہ پر بسم اللہ، سجدہ تلاوت پر سجدہ کا وجوب، غلام کو آزاد کرنا، طلاق دینا، اور کلام میں کوئی استثنا کرنا، لہذا اگر طلاق دی یا استثنا کیا اور خود نہ سنا تو اصح مذہب پر

طلاق اور استثنا صحیح نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(ج:۵،ص:۶۱۸/ مترجم،ج:۱۲،ص:۳۶۲)

(۶۲) اپنے دل میں اپنی بیوی کو طلاق کو دیا، طلاق ہوئی یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، کہ ایک شخص نے تنہا ایک گوشہ میں بیٹھ کر جس کو کسی نے نہیں سُنا، اپنے دل کے اندر اپنی بیوی کو طلاق دی، اس کو عرصہ پانچ ماہ کا گزرا اب وہ شخص رجوع کرنا چاہتا ہے اس کو کس طرح کر سکتا ہے؟

الجواب: اگر فقط دل میں طلاق دی تھی یُوں کہ زبان سے کچھ کہا ہی نہ تھا یا کہا مگر فقط زبان کو حرکت تھی اتنی آواز نہ تھی کہ اپنے کان تک آنے کے قابل ہو جب تو طلاق ہوئی ہی نہیں۔ اور اگر ایسی آواز سے کہا کہ اپنے کان تک آنے کے قابل تھی اگرچہ بہرہ یا ہوا یا کسی غل شور کے سبب اپنے کان تک نہ پہنچی تو طلاق ہوگئی۔ اگر رجعی تھی تو عدّت کے اندر رجعت کر سکتا ہے اور بائن تھی تو برضائے زوجہ اس سے نکاح کر سکتا ہے، اور مغلظ تھی تو بے حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا، یہ ان الفاظ پر موقوف ہے جو اس نے کہا اور جتنی بار کہا، واللہ تعالیٰ اعلم۔(ج:۵،۶۲۱/مترجم،ج:۱۲،ص:۳۶۶)

(۶۳) کسی کے ظلم و جبر سے مجبور ہو کر طلاق دیا، طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کسی کے جبر و ظلم سے محض ناچار و مجبور ہو کر اپنی عورت کو طلاق دے دی اور طلاق نامہ لکھ دیا اس صورت میں طلاق پڑے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: طلاق بخوشی دی جائے خواہ بجبر، واقع ہوجائے گی۔ نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ، شیشہ پر پتّھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھوٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا۔ مگر یہ زبان سے الفاظِ طلاق کہنے میں ہے، اگر کسی کے جبر و اکراہ سے عورت کو خطرہ میں طلاق لکھی یا طلاق نامہ لکھ دیا اور زبان سے الفاظِ

طلاق نہ کہے تو طلاق نہ پڑے گی۔

تنویرالابصار میں ہے: و یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولومکرھا اومخطئا. وفی ردالمحتار، عن البحر: أن المراد الاکراہ علی تلفظ بالطلاق فلواکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لاتطلق لان الکتابہ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولاحاجۃ ھنا.

(ہر عاقل بالغ خاوند کی طلاق نافذ ہوجائے گی اگر چہ مجبور کیا گیا یا خطا سے طلاق کا لفظ کہہ دیا ہو، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ جبر سے مراد لفظ طلاق کہنے پر جبر کیا گیا ہو، اور اگر اس کو اپنی بیوی کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا گیا تو اس نے مجبور ہو کر لکھ دی تو طلاق نہ ہوگی، کیوں کہ کتابت کو تلفّظ کے قائم مقام محض حاجت کی بنا پر کیا گیا ہے اور یہاں خاوند کو حاجت نہیں ہے۔)

مگر یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ اکراہ، اکراہِ شرعی ہو، کہ اُس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہو اور وُہ ایذا پر قادر ہو، صرف اس قدر کہ اُس نے اپنے سخت اصرار سے مجبور کر دیا اور اس کے لحاظ پاس سے اسے لکھتے بنی، اکراہ کے لیے کافی نہیں یُوں لکھے گا تو طلاق ہوجائے گی کما لایخفی. واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۵،ص:۶۳۱/ مترجم، ج:۱۲،ص:۳۸۵)

(۶۴) شوہر طلاق دینے کے بعد منکر ہوگیا، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ: ایک شخص نے بخوشی چار آدمیوں کے سامنے اپنی عورت کو طلاق دی اب وہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں دی۔ یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: اگر واقع میں تین طلاقیں دی ہیں، عنداللہ عورت اُس پر حرام ہوگئی، بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ قال اللہ تعالیٰ: فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (مطلقہ ثلاثہ عورت خاوند کے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ

عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔)

اور اس کا انکار اللہ عزّوجل کے یہاں کچھ نفع نہ دے گا۔ ان گواہوں پر فرض ہے کہ گواہی دیں اگر اُن میں دومرد یا ایک مرد دو عورتیں ثقہ عادل شرعی ہوں طلاق ثابت ہوجائے گی اور اس کا انکار دُنیا میں بھی نہ سُنا جائے گا۔ اور اگر ان میں ایسے گواہ نہ ہوں اور عورت کے سامنے طلاق نہ دی ہو تو عورت اس سے حلف لے، اگر وہ حلف دے کہ میں نے طلاق نہ دی تو عورت اپنے آپ کو اس کی زوجہ سمجھے۔ اگر اُس نے حلف جُھوٹا کیا تو وبال اس پر ہے۔ اور اگر خود زوجہ کے سامنے اُسے تین طلاقیں دیں اور منکر ہوگیا اور گواہ عادل نہیں ملتے تو عورت جس طرح جانے اس سے رہائی لے، اگرچہ اپنا مہر چھوڑ کر، یا اور مال دے کر، اور اگر وُہ یُوں بھی نہ چھوڑے تو جس طرح بَن پڑے اس کے پاس سے بھاگے اور اُسے اپنے اُوپر قابو نہ دے۔

اور اگر یہ بھی نہ ممکن ہو تو کبھی اپنی خواہش سے اس کے ساتھ زن وشو کا برتاؤ نہ کرے، نہ اس کے مجبور کرنے پر اس سے راضی ہو، پھر وبال اس پر ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا۔ (اللہ تعالیٰ وسعت کے مطابق ہی کسی جان کو تکلیف دیتا ہے)

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۵، ص:۶۵۳/ مترجم، ج:۱۲، ص:۴۲۳)

(۶۵) زید کہتا ہے میں نے دو طلاق دی، گواہ کہتے ہیں زید نے تین طلاق دی ہے، کس کی بات معتبر ہوگی؟

مسئلہ: زید کہتا ہے کہ میں نے دو طلاق اپنی زوجہ کو دی ہیں، اور زوجہ کہتی ہے کہ مجھے طلاق دینے کا علم نہیں ہے، اور گواہ کہتے ہیں کہ زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی ہیں۔ آیا قول زید کا معتبر ہوگا یا گواہوں کا؟ مع تصحیح نقل بیان فرمائیے فقط۔

الجواب: اگر دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں نمازی پرہیز گار ثقہ عادل قابل

قبول شرع گواہی شرعی دیں گے تو تین طلاقیں ثابت ہوجائیں گی، زید کا انکار نہ سُنا جائے گا، اور اگر ایسے گواہ نہیں تو زید سے قسم لی جائے گی، اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کردیا جب بھی تین طلاقیں ثابت ہوجائیں گی، اور اگر قسم کھالے گا کہ میں نے صرف دو ہی طلاقیں دی ہیں تیسری طلاق نہ دی تو دو ہی ثابت ہوں گی، پھر اگر جھوٹی قسم کھالی تو اس کا وبال زید پر ہوگا عورت پر الزام نہیں، گواہ شرعی نہ ہوں تو قسم لینے کے لیے عورت کا گھر میں اس سے قسم لے لینا کافی ہوگا۔ والمسائل کلها منصوص علیها فی کتب المذهب کالدر المختار وغیرها. واللّٰه سبحٰنه تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم. (ج:۵، ص:٦٦۴/ مترجم، ج:۱۲، ص:۴۴۳)

(٦٦) ہندہ نے کچہری دیوانی میں دعوی طلاق دائر کرکے ڈگری لے لی، شرعًا وہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ نے اپنے شوہر زید پر بحالتِ نزاع کچہری دیوانی میں دعویٰ طلاق دائر کیا۔ شہادت وغیرہ پیش کرکے عورت نے اپنی طلاق کی ڈگری حاصل کرلی۔ اب یہ عورت ازرُوئے شرع شریف دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر بعد طلاق حاصل کردہ شوہر اوّل اس سے بعد چار پانچ ماہ کے رجعت کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: اگر واقع میں زید نے طلاق دی تھی اور ہندہ نے سچّا دعویٰ کرکے ڈگری لی تو اگر طلاق بائن تھی تو بعد عدّت مطلقا اور اگر رجعی تھی تو اس شرط پر کہ زید نے عدّت میں رجعت نہ کی ہو، نکاح کرسکتی ہے۔ اور اگر زید نے واقع میں طلاق نہ دی تھی ہندہ نے جُھوٹے گواہ پیش کرکے ڈگری لے لی یا طلاق رجعی دی تھی اور ختم عدّت سے پہلے زید نے رجعت کرلی تو ہندہ کو دُوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے، اگر کرے گی

زنا ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ: وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ۔(اور منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔)

حیض والی عورت کی عدّت تین حیض ہیں جو طلاق کے بعد شروع ہوکر ختم ہوں، وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ. (طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک پابند کریں)اگر اس چار پانچ مہینے میں تین حیض شروع ہوکر ختم نہ ہوئے ہوں تو شوہر رجعت کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(ج:۵،ص:۶۸۱/ ج:۱۲،ص:۴۷۶)

(۶۷)شوہر نامرد ہے اور وہ بیوی کو طلاق بھی نہیں دیتا، بیوی کے لیے چھٹکارا کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے باپ نے زید کے ساتھ کیا، اب کئی سال گزرے رخصت بھی ہوگئی مگر زید نامرد نکلا، ہندہ اس کے پاس بدقت تمام کچھ دنوں تک رہی، ہر چند زید سے کہا جاتا ہے طلاق بھی نہیں دیتا اس وقت میں ہندہ کے واسطے چارہ کار کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: جب کہ زید نے ہندہ پر قدرت نہ پائی اور اس کے اداے حق واجب میں قاصر رہا تو اس پر شرعاً فرض ہے کہ ہندہ کو طلاق دے دے، اگر نہ دے گا گنہ گار رہے گا۔ قال اللہ تعالیٰ: فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ. (بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا نیکی کے ساتھ اس کو آزادی دے دو۔)

اگر زید خدا ناترسی کر کے طلاق نہیں دیتا تو اس کی تدبیر شرع مطہر میں یہ ہے کہ ہندہ حاکم شرع کے حضور دعویٰ کرے، حاکم زید سے جواب لے، اگر وُہ ہندہ پر اپنے قادر نہ ہونے کا اقرار کرلے فبہا، ورنہ حاکم کسی عورت مسلمان نیک پارسا ثقہ معتمدہ ہوشیار کو دکھا کر شہادت لے کہ ہندہ دوشیزہ ہے، بعدہ زید کو ایک سال کامل کی مہلت دے، اس سال میں زید ہندہ پر قادر ہوجائے تو بہتر، ورنہ عورت پھر دعویٰ کرے اور

تفریق چاہے، اب پھر اگر زید خواہ شہادتِ یک عورت مسلمہ ثقہ سے ہندہ کی دوشیزگی ثابت ہوتو حاکم عورت سے دریافت کرے کہ اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو، اگر عورت شوہر کو اختیار کرے، یا اپنے نفس کے اختیار میں تاخیر کرے کہ مجلس بدل جائے تو اب اس کا دعوٰی بالکل ساقط ہوجائے گا، لہذا اسی جلسہ میں فوراً اپنے نفس کو اختیار کرلے اس وقت حاکم زید کو حکم دے وُہ اگر مان لے بہتر، ورنہ حاکم خود اُن میں تفریق کا حکم کردے، یہ تفریق طلاق بائن ہوجائے گی، بعد مرور عدّت ہندہ کو اختیار ملے گا جس سے چاہے نکاح کرلے۔

فی الدرالمختار: لو وجدته عنينا اجل سنة قمرية فان وطئ مرة فبها وإلا بانت بالتفريق من القاضي إن أبى طلاقها بطلبها .اھ ملخصاً.

(درمختار میں ہے اگر بیوی خاوند کو نامرد پائے تو قمری مہینوں کے حساب سے سال بھر کی خاوند کو مہلت دی جائے گی، اگر اس دوران میں ایک مرتبہ وطی کرلے تو بہتر، ورنہ عورت کے مطالبہ پر قاضی کی تفریق سے بیوی کو بائنہ طلاق ہوگی، اگر خاوند طلاق دینے سے انکار کرے۔)

یہ ساری کارروائی قاضی شرع کے حضور ہو جسے حاکمِ اسلام نے فصلِ مقدمات پر مقرر کیا ہو، فی الدر: لاعبرة بتاجيل غير قاضي البلدة (درمختار میں ہے کہ شہر کے قاضی کے علاوہ کسی اور کی مہلت کا اعتبار نہیں ہے۔)

اگر اُن کے شہر میں کوئی ایسا قاضی نہ ہوتو زید وہندہ کسی ذی علم کو پنچ مقرر کریں اس کے یہاں یہ کاروائیاں ہوں۔

فی الخيرية: يصح التحكيم فی مسئلة العنين لأنه ليس بحد و لا قود ولادية على العاقلة ولهم أن يفرقوا بطلب الزوجة. فان القضاء يقبل التخصيص بالزمان والمكان كما فی الاشباه وغيرها.

(فتاویٰ خیریہ میں ہے نامرد کے مسئلہ میں ثالثی فیصلہ جائز ہے کیوں کہ یہ حد، قصاص یاعاقلہ پر دیت کا مسئلہ نہیں ہے، تو ثالث حضرات کو بیوی کے مطالبہ پر تفریق کرنا جائز ہے کیوں کہ قضا زمان اور مکان کے لیے مخصوص ہو سکتی ہے جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔) وہ احکام مذکورہ پر عمل در آمد کرے۔

فی بحرالرائق وردالمحتار وغیرهما من الاسفار ولایشترط ان یکون المتداعیان عن بلدالقاضی. (بحرالرائق، ردالمختار وغیرہما کتب میں ہے کہ دعویٰ کرنے والوں کے لیے ضروری نہیں کہ وہ قاضی کے شہر کے ہوں۔)

واللہ تعالیٰ اعلم (ج:۵،ص:۶۹۶/ مترجم،ج:۱۲،ص:۵۰۶)

(۶۸) زید نے غصہ کی حالت میں بیوی کو دو طلاق دی، کون سی طلاق ہوئی؟

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالتِ غصّہ میں اپنی زوجہ مدخولہ سے دو بار کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، آیا یہ کون سی طلاق واقع ہوئی اور اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: صورت مسئولہ میں دو طلاقیں رجعی واقع ہُوئیں، حکم ان کا یہ ہے کہ مابین عدّت کے رجعت کا اختیار ہے اور بعد انقضائے عدت اگر عورت چاہے اس سے نکاحِ جدید کر سکتا ہے اور ایامِ عدّت حرہ موطوءہ میں تین حیض کامل ہیں اور اگر بوجہ صغر یا کبر کے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینہ، اور لونڈی میں اگر حائضہ ہو تو دو حیض ورنہ ڈیڑھ مہینہ، اور طریق رجعتِ یہ ہے کہ مطلّقہ سے ایام عدت میں یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھے پھیر لیا یا رد کیا یا روک لیا یا امثال اس کے کہے یا مابین عدت مس کرے یا بوسہ لے یا جماع کرے۔ بہتر طریق اول ہے۔

فی تنو یر الابصار: وھی فی حرۃ تحیض بعد الدخول ثلث حیض کو امل، وفی من لم تحض بصغر اوکبر ثلثۃ اشھر، وفی امۃ تحیض حیضتان، وفی أمۃ لم تحض نصف الحرۃ، ملخصاً، وفیہ ھی استدامۃ الملك القائم فی العدۃ. (تنویرالابصار میں ہے وہ عدت وطی شدہ حیض والی کے لیے تین حیض کامل، اور جس کو نابالغی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہوان کے لئے تین ماہ، اور لونڈی حیض والی کے لیے دو حیض اور غیر حیض والی کے لیے ایسی آزاد عورت کی عدت کا نصف یعنی ڈیڑھ ماہ۔ اور اسی میں ہے: رجعت (رجوع کرنا) یہ عدت کے درمیان موجود ملکیت کو باقی قائم رکھنا ہے)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۵،ص:۶۲۱/مترجم،ج:۱۲،ص:۳۶۸)

(۶۹) چند لوگوں نے ایک شخص سے کہا تواپنی بیوی کو طلاق دے دے، اس نے بلا نیت طلاق کہا: ہاں، ہاں، طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کئی آدمیوں نے مل کر ایک شخص سے کہا کہ تو اپنی اہلیہ کو طلاق دے دے۔ پس اس کی زبان سے بلا نیّتِ طلاق کے نکل پڑا "ہاں ہاں" تو اس صورت میں اس کی اہلیہ پر طلاق ہوگی یا نہیں؟ جواب کُتب دینیہ سے ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جب کہ اُن اشخاص نے اس سے طلاقِ زن کی درخواست کی اور اس کے جواب میں اس نے "ہاں ہاں" کہا طلاق اصلاً نہ ہوئی، اگرچہ بہ نیت طلاق ہی کہتا، کہ لفظ "ہاں" جب امر کے جواب میں واقع ہو تو اس کا حاصل وعدہ ہوتا ہے، یعنی ہاں طلاق دے دُوں گا اور اس سے طلاق نہیں ہو سکتی، اگرچہ نیت کرے، کہ طلاق کے لیے نیت بے لفظ کافی نہیں۔ ہاں اگر وہ یوں کہتے کہ تُو نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی، تو یہ اخبار یا بتقدیر لفظ "کیا" استخبار ہوتا، اس کے جواب میں اگر وہ ہاں کہتا ضرور

وقوع طلاق کا حکم دیا جاتا کہ اب وہ تصدیق واقرار ہے۔ اس صورت کی تصریح کی ضرورت یہ بھی تھی کہ بعض اطرافِ ہند کے بلاد میں فاعل فعل متعدّی کے ساتھ بھی لفظ "نے" نہیں کہتے، مثلاً تو کہا یا آپ فرمائے، بولتے ہیں اگر ان لوگوں کا یہی محاورہ معلومہ معروفہ ہے اور "دے دی" بیائے معروفہ کہا تھا اور زید نے یہی معنیٰ سمجھ کر "ہاں" کہا تو حکماً طلاق واقع مانی جائے گی، اگر چہ عنداللہ طلاق نہ ہوئی جب کہ واقع میں نہ دی تھی اور جھوٹ اقرار کردیا۔

تاج العروس میں ہے: فی التھذیب قد یکون نعم تصدیقا و یکون عدة وحاصل مافی المغنی وشروحه أنه یکون حرف تصدیق بعد الخبر ووعده بعدافعل و لاتفعل الخ. (تہذیب میں ہے کہ نعم "ہاں" کالفظ تصدیق ہوتا اور وعدہ بھی ہوتا ہے، اور مغنی اور اس کی شروح میں مذکور کا ماحصل یہ ہے کہ نعم خبر کے بعد تصدیق اور کر "امر" اور نہ کر "نہی" کے بعد وعدہ ہوتا ہے۔)

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: سئل نجم الدّین عن رجل قال لامرأته اذھبی الٰی بیت أمّك، فقالت: طلاق ده تا بروم، فقال: تو برو من طلاق دادم فرستم، قال لاتطلق لأنه وعدکذافی الخلاصة. (نجم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا: "تو اپنی والدہ کے یہاں جا، تو بیوی نے جواب میں کہا: "تو طلاق دے تاکہ میں جاؤں، خاوند نے کہا: "تو جا میں نے طلاق دی ہے بھیج دی ہے"۔ تو نجم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا طلاق نہ ہوگی کیوں کہ یہ وعدہ ہوگا۔ خلاصہ میں ایسے ہی ہے۔)

ردالمحتار میں ہے: فی البحر عن البزازیة والقنیة لوارادالخبر عن الماضی کذبالایقع دیانة وان اشھد قبل ذلك لایقع قضاءً أیضاً. (بحر میں بزازیہ اور قنیہ سے منقول ہے کہ مذکورہ صورت میں اگر خاوند نے ماضی کے بارے میں جھوٹی خبر دیتے ہوئے کہا ہو تو طلاق نہ ہوگی، اور اگر پہلے سے گواہ بنا لیے ہوں تو قضاءً بھی

طلاق نہ ہوگی۔)واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ج:۵،ص:۶۲۸/مترجم،ج:۱۲،ص:۳۷۹)

(۷۰)ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں، کتنی طلاق ہوگی؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک وقت حالتِ غصّہ میں مجبور ہوکر ہندہ زوجہ کو تین بار طلاق دی، کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مغلظ ہوگئی اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ایک رہی؟ تو ایسی حالت میں جو پیرو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے رجوع کرسکتا ہے یا نہیں؟ (ملخصًا)

الجواب: ایک بار تین طلاقیں دینے سے نہ صرف نزد حنفیہ، بلکہ باجماعِ مذاہبِ اربعہ تین طلاقیں مغلظہ ہوجاتی ہیں، امام شافعی، امام مالک، امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمۂ متبوعین سے کوئی امام اس باب میں اصلاً مخالف نہیں، صورت مستفسرہ میں ہندہ پر تین طلاقیں ہوگئیں، ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ ہے، زید گنہ گار ہوا، اور عورت اس کے نکاح سے ایسی خارج ہوئی کہ اب بے حلالہ ہرگز اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ اگر یُونہی رجوع کرلی، بلا حلالہ نکاحِ جدید باہم کرلیا تو دونوں مبتلائے حرام کاری ہوں گے اور عمر بھر حرام کاری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ۙ۝. (جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے راستہ بنادیتا ہے۔)

اس نے تقویٰ نہ کیا، بلکہ خلافِ خدا اور سول تین طلاقیں لگاتار دینے کا مرتکب ہوا، اللہ عزوجل نے اس کے لیے مخرج نہ رکھا اب حلالہ کے سخت تازیانے سے اسے ہرگز مفر نہیں۔ یہاں تک کہ ائمۂ دین نے فرمایا کہ اگر قاضی شرع حاکمِ اسلام ایسے مسئلہ میں ایک طلاق پڑنے کا حکم دے تو وُہ حکم باطل و مردود ہے۔ وہابیہ غیر مقلدین اب اس مسئلہ میں خلاف اٹھا رہے ہیں وہ گمراہ بددین ہیں، ان کی تقلید حلال نہیں،

فتح القدیر میں ہے: ذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم

من أئمة المسلمين إلى انه يقع ثلث، وفى سُنن ابى داؤد عن مجاهد قال كنت عند ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما فجاء رجل فقال أنه طلق امرأته ثلثا قال فسكت حتى ظننتُ أنه رادها اليه، ثم قال أيطلق أحدُكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس فان الله عزّوجل قال: (وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا) عصيت ربك وبانت منك امرأتك،ثم ذكر أدلته برواية المؤطا عن ابن عباس وعن ابن مسعود وكأبي داؤد عن ابن عباس وأبى هريرة معاً ومثله عن ابن عمر قال وروى ايضاً عن عبدالله بن عمرو بن العاص واسند عبدالرزاق عن علقمة عن ابن مسعود ووكيع عن أمير المؤمنين علي وأمير المومنين عثمان بن عفان وقد قدمه عن أمير المومنين عمر،وأورده برواية ابن أبي شيبة والدار قطنى عن ابن عمر عن النبىﷺ وذكره فى اٰخر الكلام برواية عبدالرزاق فى مصنفه عن عبادة بن الصامت عن النبىﷺ ورضى الله تعالىٰ عنهم اجمعين الى ان قال، قداثبتنا النقل عن أكثرهم صريحا بايقاع الثلث ولم يظهر لهم مخالف، فما ذابعد الحق إلاالضلال وعن هذاقلنا لوحكم حاكم بان الثلث بفمٍ واحدٍ واحدةٌ لم ينفذ حكمه، لأنه لايسوغ الاجتهادفيه فهو خلاف لااختلاف. (ملخصاً) والله تعالىٰ اعلم.

(جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والے مسلمانوں کے ائمۂ کرام کا مذہب ہے بیک لفظ تین طلاقیں تین ہوں گی۔ امام مجاہد سے سُنن ابوداؤد میں مروی ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس موجود تھا تو ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، مجاہد کہتے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کچھ دیر خاموش رہے تو میں نے خیال کیا کہ شاید ابن عباس سائل کو بیوی واپس کر دیں گے، تو کچھ دیر بعد آپ

نے فرمایا تم میں سے بعض لوگ بیوی کو طلاق دیتے ہوے حماقت سے کام لیتے ہیں اور پھر اے ابن عباس! اے ابن عباس! کہتے ہیں، تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی سبیل پیدا فرما دیتا ہے، جب کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے تیری بیوی تجھ سے لاتعلق ہو چکی ہے۔ اس کے بعد فتح القدیر نے اس پر دلائل ذکر کیے۔

مؤطا کے حوالہ سے ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ کی روایت ذکر کیں جیسا کہ ابوداؤد نے ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے اکھٹی روایت کی، اس طرح کی روایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کی، اور کہا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اور انھوں نے کہا عبدالرزاق نے علقمہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور وکیع عن امیرالمومنین علی المرتضیٰ و امیرالمومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سند ذکر کی، اور قبل ازیں فتح القدیر نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ذکر کی اور انھوں نے ابن ابی شیبہ اور دار قطنی کی روایت بھی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کی۔ اور اسی کو انھوں نے کلام کے آخر میں یُوں ذکر کیا کہ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں عبادہ بن الصامت کے واسطہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی، یہاں تک کہا کہ ہم نے اکثر حضرات سے تین طلاقوں کا نافذ ہونا صراحتًا ثابت کیا اور ان حضرات کا کوئی بھی مخالف ظاہر نہ ہوا، تو اس حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہو سکتا، اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی حاکم نے بیک زبان تین طلاقوں کے ایک طلاق کا حکم دیا تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا، کیوں کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے اور یہ حق کے خلاف ہوگا اس کو اختلاف نہ کہا جائے گا، ملخصًا۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۵، ص:۶۴۵/ مترجم، ج:۱۲، ص:۴۰۹)

☆☆☆

⑧ باب وقف

(۷۱)امام باڑہ کا وقف صحیح ہے یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص موضع بلیا میں امام باڑے کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ میرا مکان ہے، اور اس میں بیل باندھنے لگا، اور زمیندار خود کہتے ہیں کہ تم لوگ اپنا تیوہار کرو، لیکن ان لوگوں نے زمیندار کو ۷۵؍روپیہ دے کر اس کو اپنے بس میں کرلیا اور وہ کہتے ہیں کہ ہم دینداری کے شریک نہیں۔ ان کا کیا انتظام کیا جائے؟

الجواب: امام باڑہ وقف نہیں ہوسکتا، وہ جس نے بنایا اسی کی ملک ہے، اسے اختیار ہے اس میں جو چاہے کرے۔ وہ نہ رہا تو اس کے وارثوں کی ملک ہے، انھیں اختیار ہے۔ اور تعزیہ داری کو اگر کسی نے دینداری کہا اور اس نے اس کی شرکت سے انکار کیا تو کچھ بیجا نہ کیا کہ تعزیہ داری ناجائز ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔ یہی اس سوال سے ظاہر ہے اور وہ معنی کہ میں اسلام کے شریک نہیں مسلمان ہرگز مراد نہ لے گا، ہاں اگر ثابت ہوجائے کہ کسی کلمہ گو نے اسلام کی شرکت سے انکار کیا تو ضرور کافر ہوجائے گا، مگر یہ معنی یہاں سے مفہوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۶، ص:۳۳۳/ج:۱۶، ص:۱۲۰)

(۷۲)جنازہ کے اوپر چادر نئی ہو یا پُرانی؟

مسئلہ: جنازہ کے اوپر جو چادر نئی ڈالی جاتی ہے اگر پرانی ڈالی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر کل برادری کے مُردوں کے اوپر ایک ہی چادر بنا کر ڈالتے رہا کریں تو جائز

ہے یانہیں ؟اس کی قیمت مردہ کے گھر سے یعنی قلیل قیمت لے کر مقبرہ قبرستان یامدرسہ میں لگانی جائز ہے یانہیں ؟اور چادر مذکور اونی یاسوتی بیش قیمت جائز ہے یانہیں ؟

الجواب: نئی ہو یا پرانی یکساں ہے، ہاں مسکین پر تصدق کی نیت ہو تو نئی اولیٰ، اور اگر ایک ہی چادر معین رکھیں کہ ہر جنازے پر وہی ڈالی جائے پھر رکھ چھوڑی جائے اس میں بھی حرج نہیں بلکہ اس کے لیے کپڑا وقف کرسکتے ہیں، در مختار میں ہے: صح وقف قدر وجنازۃ وثیابھا. (ہنڈیا، جنازہ (تابوت) اور اس کے کپڑے کا وقف صحیح ہے۔)

طحطاوی وردالمحتار میں ہے: جنازۃ بالکسر النعش وثیابھا مایغطی بہ المیت وھو فی النعش. (جنازہ کسرہ کے ساتھ چارپائی اور اس کے کپڑے جن سے میت کو ڈھانپا جائے۔) اور بیش قیمت بنظر زینت مکروہ ہے کہ میت محل تزئین نہیں اور خالص بہ نیت تصدق میں حرج نہیں کجلال الھدی، (جیسا کہ قربانی کے جانور کے جُھل) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۶، ص:۱۳۴/مترجم، ج:۱۶، ص:۱۲۲)

(۴۷) قبرستان میں کسی نے درخت لگایا تو وہ لگانے والے کی ملک ہے ؟

مسئلہ: عام قبرستان میں اگر کسی نے درخت لگائے تو اس کی ملک ہے یانہیں ؟ دوسروں کو بدون اجازت استعمال کرنا جائز ہے یانہیں ؟ فقط۔

الجواب: قبرستان اگرچہ وقف ہو، مگر درخت جو اس میں لگائے جائیں اگر لگانے والا تصریحًا یہ کہہ بھی دے کہ میں نے ان کو قبرستان پر وقف کیا، جب بھی وقف نہ ہوں گے اور لگانے والے ہی کی ملک رہیں گے۔

اس کی اجازت کے بغیر دوسروں کو ان میں تصرف جائز نہیں، اور اس کو اختیار ہے کہ اس کی لکڑی کاٹے یا جو چاہے کرے۔ بلکہ اگر ان کے سبب مقابر پر زمین تنگ کردے تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ درخت کاٹ کر زمین خالی کردے والمسئلۃ فی الھندیۃ وغیرھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۶، ص:۳۵۱/مترجم، ج:۱۶، ص:۱۵۷)

(۷۴)کیا چھت، منارہ، منبر و محراب وغیرہ لوازم مسجد ہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک چبوترہ پر عرصہ تیس سال سے اذان ونماز باجماعت وجمعہ ہوا کرتی ہے، اس پر محراب و منبر بھی ہے، زید کہتا ہے کہ محض چبوترہ پر نماز وغیرہ قائم ہونے سے حرمت مسجد نہیں ہوتی کیوں کہ اس پر نہ چھت ہے نہ منارہ جو لوازمات مسجد ہیں، بکر کہتا ہے یہ لوازمات مسجد نہیں اذان ونماز پنج گانہ باجماعت وجمعہ کا قیام کافی ہے، اب ازروئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب: زید کا قول محض باطل وخلاف شرع ہے مسجد کے لیے چھت، منارہ، دیواریں کوئی چیز لازم نہیں، اس میں تو منبر محراب موجود ہے، یہ بھی نہ ہوتا تو بھی مسجدیت میں خلل نہیں۔ مسجد صرف اس زمین کا نام ہے جو نماز کے لیے وقف ہو یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنی نری خالی زمین مسجد کو دے مسجد ہوجائے گی، مسجد کا احترام اس کے لیے فرض ہوجائے گا۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: رجل له ساحة لابناء فيها أمر قوما أن يصلوا فيها بجماعة أبداً أو أمرهم بالصلوة مطلقاً ونوى الأبد صارت الساحة مسجداً كذا فی الذخيرة وهكذا فی فتاوٰی قاضی خان. (ملخصاً) (کسی شخص کی خالی زمین ہے جس میں عمارت نہیں اس نے لوگوں کو کہا کہ اس میں ہمیشہ نماز باجماعت پڑھا کرو، یا یوں کہا کہ اس میں نماز پڑھو، اور نیت ہمیشگی کی کی تھی تو دونوں صورتوں میں وہ خالی زمین مسجد ہوگئی، جیسا کہ ذخیرہ اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے۔)

جب کہ اس چبوترہ کا کوئی مالک ومدعی نہیں اور اس میں مدتوں سے نماز باجماعت ہوتی ہے، جمعہ ہوتا ہے، منبر ہے، محراب ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو مسجد نہ سمجھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔(ج:۶،ص:۳۹۰ / مترجم،ج:۱۶،ص:۲۵۵)

(۷۵)قدیم مسجد کو شہید کرکے نئی مسجد تعمیر کرنے کا حکم

مسئلہ: مسجد قدیم کہنہ کو شہید کرکے اسی مقام پر یا کچھ فاصلہ سے ہٹ کر دوسری جگہ مسجد جدید کوئی بنوادے تو اس بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: مسجد کو اس لیے شہید کرنا کہ وہ جگہ ترک کردیں گے اور دوسری جگہ مسجد بنائیں گے، مطلقاً حرام ہے۔ قال تعالیٰ: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا. (اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا ذکر کرنے سے روکے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے۔)

اور اگر اس لیے شہید کی کہ یہیں از سر نو اس کی تعمیر کرائے تو اگر یہ امر بے حاجت وبلاوجہ صحیح شرعی ہے تو لغو وعبث وبے حرمتی مسجد وتضییع مال ہے اور یہ سب ناجائز ہے۔

قال ﷺ إن الله تعالٰی کره لکم ثلثا قیل وقال وکثرة السوال واضاعة المال. وقال تعالیٰ: وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ. (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تین چیزوں کو ناپسند بنایا: قیل وقال، کثرت سوال اور مال کو ضائع کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فضول خرچی مت کرو کیوں کہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

ہدایہ میں ہے: العبث حرام. (فضول خرچی کرنا حرام ہے۔) اور اگر بمصلحت شرعی ہے مثلاً اگر اس میں اور زمین شامل کرکے توسیع کی جائے گی یا بنا کمزور ہوگئی ہے محکم بنائی جائے گی تو اصل بانی مسجد ورنہ اہل محلہ کو اس میں اختیار ہے کما فی الهندیة والدر المختار وغیرهما. واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۶،ص:۴۲۲/مترجم،ج:۱۶،ص:۳۵۴)

(۷۶)مسجد میں وعظ کہنا اور چندہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ: عید گاہ یا مسجد میں وعظ یا چندہ اسلامی مذہبی کاموں کے لیے کرنا عام مسلمانوں کو جائز ہے؟ اور متولی کو اس کے روکنے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب: مسجد میں کار خیر کے لیے چندہ کرنا جائز ہے جب کہ شور و چپقلش نہ ہو، خود احادیث صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے۔ مسجد میں وعظ کی بھی اجازت ہے جب کہ واعظ عالم دین، سنی صحیح العقیدہ ہو اور نماز کا وقت نہ ہو، ان دونوں باتوں کو کہ منکرات سے خالی ہوں متولی یا کوئی منع نہیں کر سکتا ہے۔ ہاں اگر چندہ امر شر کے لیے ہو اگرچہ اسے کیسے ہی امر خیر کہا جائے جیسے نیچریوں کے کالج یا وہابیوں کے مدرسہ کے لیے یا اس میں شور و غل ہو یا واعظ بدمذہب یا بے علم یا موضوع روایات کا بیان کرنے والا ہو یا لوگ نماز پڑھ رہے ہوں اور اس نے وعظ شروع کر دیا کہ ان کی نماز میں خلل آتا ہو تو ایسی صورت میں متولی اور ہر مسلمان کو روک دینے کا اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۶، ص:۴۲۶/ مترجم، ج:۱۶، ص:۳۶۱)

(۷۷) مسجد تعمیر کرنے کا ثواب

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کے، چندہ جمع کر کے پختہ مسجد بنانا کیسا ہے اور چندہ دینے والوں کو اس کا اجر کیا ملے گا؟ والسلام۔

الجواب: صحیح حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: من بنی للہ مسجداً زاد فی روایۃ، ولو کمفحص قطاۃ، بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ زادفی روایۃ من در و یاقوت. (جو اللہ عزوجل کے لیے مسجد بنائے اگرچہ ایک چھوٹی سی چڑیا کے گھونسلے کے برابر، اللہ عزوجل اس کے لیے جنت میں موتی اور یاقوت کا محل تیار فرمائے گا۔)

اور اس میں ہر وہ شخص جو کسی قدر چندہ سے شریک ہوا، داخل ہے۔ ساری مسجد

بنانے پر یہ ثواب موقوف نہیں۔ مدینہ طیبہ میں خود حضور اقدس ﷺ نے بنائی، پھر امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں زیادت فرمائی، پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس کی تعمیر میں افزائش فرمائی، اس پر یہی حدیث روایت کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۶، ص:۴۴۰/مترجم، ج:۱۶، ص:۴۲۵)

(۷۸) مسجد کے پُرانے اور ناقابل استعمال سامان اپنے گھر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ: مسجد کے پرانے اسباب یعنی خام اور ٹین اور بانس وغیرہ اپنے گھر کے کاروبار میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر لگا سکے تو کس کام اور کس طور لگایا جائے؟

الجواب: ستون اور ٹین کہ مثل سقف تھا اور بانس کہ سقف میں تھے، اسی طرح کڑیاں اور اینٹیں، غرض جو اجزاے عمارت مسجد ہوں وہ اگر حاجت مسجد سے زائد ہوجائیں اور دوبارہ ان کے اعادہ کی امید نہ رہے تو متولی و متدین اہل محلہ کی اجتماعی رائے سے انھیں بیچ کر قیمت عمارتِ مسجد ہی کے کام میں صرف کی جائے، مسجد کے بھی دوسرے کام میں صرف نہیں ہوسکتی۔ خریدنے والا انھیں اپنے صرف میں لا سکتا ہے مگر بے ادبی کی جگہ سے بچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۶، ص:۴۴۲/مترجم، ج:۱۶، ص:۴۲۸)

(۷۹) مسجد میں سامان دینے کے بعد واپس لے سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ: زید نے مسجد کے خرچ کے لیے لکڑی اینٹ وغیرہ دی ہے اور کام کے وقت کوئی شئ صرف میں نہیں آتی، رکھے رکھے سے احتمال خراب ہوجانے کا ہے، ایسی صورت میں جس شخص نے کہ وہ شی دی تھی واپس لے سکتا ہے یا نہیں اور یا وہ شی فروخت کرکے اس کی قیمت مسجد کے صرف میں ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: وہ شخص واپس نہیں لے سکتا جب کہ مسجد کے لیے مہتمان مسجد کو سپرد کر چکا ہو۔ بلکہ وہ اشیا حاجت مسجد کے لیے محفوظ رکھی جائیں اور اس میں دقت ہو تو بیچ کر قیمت خاص تعمیر و مرمت مسجد کے لیے محفوظ رکھیں۔ تیل، بتی، لوٹے، چٹائی میں اسے صرف نہیں کر سکتا۔ اسعاف پھر بحرالرائق پھر عالمگیریہ میں ہے: لوان قوما بنوامسجداً و فضل من خشبهم شیئ قالوایصرف الفاضل فی بناءه ولایصرف الی الدهن والحصیر هذا اذا اسلموا الی المتولی لیبنی به المسجد وإلایکون الفاضل لهم یصنعون به ماشاؤا.

(اگر ایک قوم نے مسجد بنائی اور اس کی لکڑیوں میں سے کچھ بچ گئیں۔ مشائخ فرماتے ہیں ان کو مسجد کی تعمیر میں ہی صرف کیا جائے گا، مسجد کے لیے تیل اور چٹائی میں صرف نہیں کر سکتے، یہ اس وقت ہے جب انھوں نے متولی کے سپرد کر دیا ہو کہ وہ اس سے مسجد بنوائے، اگر سپرد نہیں کیا تو وہ انہی کا ہے جو چاہیں اس کے ساتھ کریں۔)

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۶، ص:۴۶۹/ مترجم، ج:۱۶، ص:۴۸۸)

(۸۰) کافر، مسجد بنانے کے لیے زمین یا سامان دے تو لینا کیسا ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافر اگر اپنی خوشی سے زمین دے کہ اس زمین میں مسجد بنالو، یا کوئی سامان دے کہ مسجد میں لگالو، یا روپیہ دے کہ اس کو بھی مسجد میں لگانا، تو اس کی یہ چیزیں مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کافر اگر زمین اپنی ملک رکھ کر مسلمانوں کو اس پر مسجد بنانے کی اجازت دے تو وہ مسجد مسجد ہی نہ ہوگی؛ فإن الکافر لیس اهلاً لوقف المسجد. (کیوں کہ کافر وقف مسجد کی اہلیت نہیں رکھتا۔) ہاں اگر کافر کسی مسلمان کو اپنی زمین ہبہ کر کے قبضہ دے دے کہ مسلمان مالک ہو جائے اور وہ مسلمان اپنی طرف سے اسے

مسجد کرے تو صحیح ہے۔

سامان اگر کافر نے ایسا دیا کہ بعینہٖ مسجد میں لگایا جائے گا جیسے کڑیاں یا اینٹیں تو جائز نہیں کہ وہ مسجد کے لیے وقف کا اہل نہیں وہ مال اسی کی ملک رہے گا اور مسجد میں ملک غیر کا خلط صحیح نہیں، ہاں یہاں بھی اگر مسلمان کو تملیک کر دے اور مسلمان اپنی طرف سے لگائے تو حرج نہیں۔ مسجد میں لگانے کو روپیہ اگر اس طور پر دیتا ہے کہ مسجد یا مسلمانوں پر احسان رکھتا ہے یا اس کے سبب مسجد میں اس کی کوئی مداخلت رہے گی تو لینا جائز نہیں اور اگر نیاز مندانہ طور پر پیش کرتا ہے تو حرج نہیں، جب کہ اس کے عوض کوئی چیز کافر کی طرف سے خرید کر مسجد میں نہ لگائی جائے بلکہ مسلمان بطور خود خریدیں یا راجوں مزدوروں کی اجرت میں دیں اور اس میں بھی اسلم وہی طریقہ ہے کہ کافر مسلمان کو ہبہ کر دے مسلمان اپنی طرف سے لگائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج:٦، ص:٤٨٤/ مترجم، ج:١٦، ص:٥٢٠)

☆☆☆

۹ باب خرید و فروخت

(۸۱) نیلام کردہ اشیا کا خریدنا کیسا ہے؟

مسئلہ: اکثر باغ و جائداد منقولہ و غیر منقولہ سرکار نیلام کرتی ہے، اس کا خریدنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور اشیا روبرو ہے فقط۔

الجواب: جو نیلام باجازت مالک ہو مطلقا جائز ہے، یا بعد بیع مالک اجازت دے دے۔ مثلا سو روپے قرض تھے ایک سو دس میں نیلام ہوا دس کہ زائد تھے مالک کو دیے گئے اس نے قبول کر لیے، تو یہ اب جائز ہو گیا، اگرچہ ابتداءً ناجائز تھا۔

فإن الإجازة اللاحقة كالوكالة السابقة.

(کیوں کہ اجازت لاحقہ، وکالت سابقہ کی مثل ہے۔)

اور جہاں یہ دونوں صورتیں نہ ہوں وہ عقد فضولی ہے، اجازت مالک پر موقوف رہے گا، اگر جائز کر دے جائز ہو جائے گا، رد کر دے باطل ہو جائے گا، اور جب تک اجازت نہ دے اس شئ میں مشتری کو تصرف حلال نہ ہوگا۔ فان العقد الموقوف لايفيد الحل. كما نص عليه فى ردالمحتار وغيره. (کیوں کہ بیع موقوف مفید حل نہیں ہوتی، جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔)

پھر یہ بھی اس صورت میں ہے کہ اس عقد کے ہوتے وقت کوئی ایسا شخص قائم ہو جسے شرعًا اس کی اجازت کا اختیار ہے، ورنہ سرے سے باطل ہو گا۔ مثلاً نابالغ کا مال نصف قیمت کا نیلام کیا گیا کہ اسے تمام دنیا میں اجازت دینے والا کوئی نہیں تو ایسا عقد موقوف نہ رہے گا ابتداءً باطل و مردود ہو گا۔

فان تصرف الفضولى حيث لامجيز باطل اصلاً كما نص عليه فى الدر وغيره. (کیوں کہ فضولی کا تصرف جہاں اس کی اجازت دینے کا اختیار رکھنے

والا کوئی نہ ہو، سرے سے باطل ہے۔ جیسا کہ اس پر درو غیرہ میں نص کی گئی ہے۔)
واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۷، ص:۱۳۰/ مترجم، ج:۱۷، ص:۱۰۷)

(۸۲) زید نے سود خوری سے توبہ کرلی، لیکن توبہ سے پہلے کا جو سودی مال ہے، اس کا کھانا کیسا ہے؟

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پہلے سود کھاتا تھا، اب اس نے توبہ کرلی کہ اب میں سود نہیں لوں گا اور نہ سود لیا، پہلا جو مال اس کے پاس سودی ہے اس کا خرچ کرنا اپنے حوائج میں جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے ورثا کو وہ مال حلال ہے یا حرام؟

الجواب: سود میں جو مال ملتا ہے وہ سود خور کے قبضہ میں آکر اگرچہ اس کی ملک ہوجاتا ہے، لأن ھذا ھو حکم العقود الفاسدة وذھل الفاضل الشامی فی العقود الدریة. (کیوں کہ عقود فاسدہ کا یہی حکم ہے اور علامہ فاضل شامی سے عقود دریہ میں بھول ہوئی۔)

مگر وہ ملک خبیث ہوتی ہے اس پر فرض ہوتا ہے کہ ناپاک مال جن جن سے لیا ہے انھیں واپس دے، وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے، وہ بھی نہ ملیں تو تصدق کردے۔ بہرحال اپنے حوائج میں اسے خرچ کرنا حرام ہوتا ہے اگر اپنے خرچ میں لائے گا تو وہ اب بھی سود کھارہا ہے اور اس کی توبہ جھوٹی ہے، لأنہ لم یندم علی الماضی وما ترک فی الأتي ولم یمح الباقي فلم یوجد شيئ من أرکان التوبة. (کیوں کہ وہ گزشتہ پر نادم نہیں ہوا اور آئندہ کے لیے اس کو چھوڑا نہیں اور نہ ہی باقی کو مٹایا تو اس طرح ارکان توبہ میں سے کوئی بھی نہیں پایا گیا۔)

وارث کو اگر معلوم ہو کہ اس کے مورث نے فلاں فلاں شخص سے اتنا اتنا مال حرام لیا تھا تو انھیں پہنچادے اور اگر سب معلوم ہو کہ بعینہ یہ روپیہ جو اس صندوق یا اس

تھیلی میں ہے خالص مال حرام ہے، تو اسے فقرا پر تصدق کردے۔ اور اگر سب مخلوط ہے اور جن سے لیا وہ بھی معلوم نہیں تو وارث کے لیے جائز ہے اور بچنا افضل ہے۔

درمختار میں ہے :الحرمة تتعدد مع العلم بها إلافی حق الوارث وقیده فی الظهیرية بأن لایعلم أرباب الأموال .(حرمت کا اگر علم ہو تو وہ منتقل ہوتی ہے سوائے وارث کے حق کے ،اور ظہیریہ میں حق وارث کے ساتھ یہ قید لگائی کہ وہ وارث مال کے مالکوں کو نہ جانتا ہو "تب اس کے لیے حلال ہے"۔)

ردالمحتار میں ہے:الحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده علیهم، وإلا فان علم عین الحرام لایحل له و یتصدق به بنیة صاحبه ، وان کان مالاًمختلطاً مجتمعاً من الحرام ولا یعلم أربابه ولا شیئاً منه بعینه حل له حکما ، والأحسن دیانة التنزه عنه .

(حاصل یہ کہ اگر وارث مال کے اصل مالکوں کا علم رکھتا ہو تو ان کا مال انھیں لوٹانا اس پر واجب ہے، ورنہ اگر اس مال کے بعینہ حرام ہونے کا اسے علم ہے تو اس کے لیے حلال نہیں، بلکہ مالک کی طرف سے نیت کرتے ہوئے صدقہ کرے۔ اور اگر مال حرام حلال سے مخلوط ہے اور وہ وارث اس کے مالکوں کو نہیں جانتا، نہ ہی بعینہ اس کے حرام ہونے کا اس کو علم ہے تو وہ حکماً اس کے لیے حلال ہے، مگر دیانت کے اعتبار سے اس سے بچنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

نیز درمختار میں ہے : ولا یبطل حق الفسخ (أي: فی البیع الفاسد) بموت أحدهما (أی: أحد العاقدین) فیخلفه الوارث به یفتی. اھ

اقول: فافاد أن انتقال الملك فی الملك الخبیث لایزیل الخبث ویجب علی الوارث فسخه فان لم یفعل أجبرا لقاضی.

(بیع فاسد میں بائع یا مشتری کی موت کے سبب سے حق فسخ باطل نہیں ہوتا، چناں چہ مرنے والے کا وارث اس کا قائم مقام ہوگا اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے۔ میں

کہتا ہوں کہ اس کلام نے اس بات کا فائدہ دیا کہ ملک خبیث میں ملک کا منتقل ہونا خبث کو زائل نہیں کرتا، لہٰذا وارث پر واجب ہے کہ بیع فاسد کو فسخ کرے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو قاضی اس پر جبر کرے۔) واللہ تعالیٰ اعلم (ج:۷، ص:۱۱۹/ مترجم، ج:۱۷، ص:۳۷۸)

(۸۳) غلہ کو روک کر بیچنا کیسا ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ غلہ کو روک کر بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: غلہ کو اس نظر سے روکنا کہ گرانی کے وقت بیچیں گے بشرطے کہ اسی جگہ یا اس کے قریب سے خریدا اور اس کا نہ بیچنا لوگوں کو مضر ہو مکروہ وممنوع ہے، اور اگر غلہ دور سے خرید کر لائے اور بانتظار گرانی نہ بیچے یا نہ بیچنا اس کا خلق کو مضر نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

فی العالمگیریة: الاحتكار مكروه وذٰلك أن يشترى طعاماً فى مصر و يمتنع من بيعه و ذٰلك يضر بالناس، كذا فى الحاوى. وان اشترى فى ذٰلك المصر وحبسه ولا يضر بأهل المصر لاباس به، كذا فى التتارخانية، ناقلاعن التجنيس. واذا اشترى من مكان قريب من المصر فحمل طعاماً إلى المصر وحبسه وذٰلك يضر بأهله فهو مكروه، هذا قول محمد وهو احدى الروايتين عن ابى يوسف وهو المختار، هكذا فى الغياثية، وهو الصحيح هكذا فى جواهر الاخلاطى، وفى جامع الجوامع فان جلب من مكان بعيد واحتكر لم يمنع، كذا فى التاتارخانية.

(عالمگیریہ میں ہے: احتکار مکروہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ خرید لے اور اس کو فروخت کرنے سے روک رکھے اور یہ روکنا لوگوں کے لیے نقصان دہ ہو، ایسا ہی "حاوی" میں ہے۔ اور شہر میں خرید کر اس کو بیچنے سے روکا مگر اس سے لوگوں کو ضرر نہیں

پہنچتا، تو کوئی حرج نہیں، یونہی "تاتارخانیہ" میں "تجنیس" سے نقل کیا گیا ہے۔ اور اگر شہر کے قریب سے خریدا اور شہر میں اٹھالایا اور فروخت سے روک رکھا جب کہ اس سے شہر والوں کو ضرر پہنچتا ہے تو یہ مکروہ ہے یہ امام محمد علیہ الرحمۃ کا قول ہے، اور امام ابویوسف علیہ الرحمۃ سے بھی دو روایتوں میں سے ایک میں یہی آیا ہے، یہی مختار ہے، اسی طرح "غیاثیہ" میں ہے، اور یہی صحیح ہے جیسا کہ "جواہر الاخلاطی" میں مذکور ہے اور "جامع الجوامع" میں ہے کہ اگر کہیں دور سے اناج خرید کر کھینچ لایا اور شہر میں فروخت سے روک رکھا تو ممنوع نہیں، تتارخانیہ میں یوں ہی ہے)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج:۷، ص:۷۴/ مترجم، ج:۱۷، ص:۱۸۹)

(۸۴) بیع نہ ہونے کی صورت میں بیعانہ واپس نہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو کے مابین معاہدہ قرار پایا اور زید نے عمرو کو بیس روپے بطور بیعانہ کے دیے، اب زید اپنی بدنیتی سے بلا قصور عمرو کے معاہدہ مذکورہ سے منحرف ہو گیا، تو اس صورت میں زید واپسی زر مذکور کا مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بے شک واپس پائے گا، بیع نہ ہونے کی حالت میں بیعانہ ضبط کر لینا جیسا کہ جاہلوں میں رواج ہے ظلم صریح ہے، قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ. (آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ۔)

ہاں اگر عقد بیع باہم تمام ہو لیا تھا یعنی طرفین سے ایجاب و قبول واقع ہو لیا اور کوئی موجب تنہا مشتری کے فسخ بیع کر دینے کا نہ رہا، اب بلا وجہ شرعی زید مشتری عقد سے پھرتا ہے تو بیشک عمرو کو روا ہے کہ اس کا پھرنا نہ مانے اور بیع تمام شدہ کو تمام و لازم جانے، اس کے یہ معنی ہوں گے کہ مبیع ملک زید اور ثمن حق عمرو، درمختار کے باب الاقالہ میں ہے: من شرائطها رضا المتعاقدين. (اقالہ کی شرطوں میں سے بائع

ومشتری کا باہم رضامند ہونا ہے۔)

یہ کبھی نہ ہوگا کہ بیع کو فسخ ہوجانا مان کر مبیع زید کو نہ دے اور اس کے روپے اس جرم میں کہ تو کیوں پھر گیا ضبط کرے، هل هذا الا ظلم صريح. (یہ تو ظلم صریح ہے)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۷، ص:۷/مترجم، ج:۱۷، ص:۹۴)

(۸۵) زندہ گائے یا بکری کی کھال چھوڑ کر صرف گوشت خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ: کوئی شخص زندہ گائے یا بکری وغیرہ کی کھال چھوڑ کر صرف گوشت خریدے اور ذبح کرنے کے بعد دس بارہ آدمی مل کر تقسیم کرکے کھائیں، اس صورت میں بیع کیسی ہے؟ اور گوشت کھانا حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا

الجواب: بیع فاسد ہے اور وہ کھانا حرام۔ والوجه ظاهر فهو كجذع فى سقف بل اشد قال فى الدر فى السراج لو سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ينقلب صحيحاً وكذا كل مااتصاله خلقى كجلد حيوان ونوى تمر وبزر بطيخ. (اس کی وجہ ظاہر ہے تو وہ چھت میں لگی ہوئی شہتیر کی مانند ہے، بلکہ اس سے بھی سخت تر۔ در میں فرمایا کہ سراج میں ہے اگر عقد کے بعد اون اور دودھ مشتری کو سونپ بھی دیا تب بھی بیع صحیح نہ ہوگی اور ایسے ہی ہے ہر وہ چیز جس کا اتصال پیدائشی طور پر ہے جیسے حیوان کی کھال، کھجور کی گٹھلی اور تربوز کا بیج۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج:۷، ص:۳۶/ج:۱۷، ص:۱۶۲)

(۸۶) چوری کا مال خریدنا حرام ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص کسی کا مال چوری کرکے لایا اور اس نے اس مال کو فروخت کرنا چاہا تو جس شخص کو معلوم ہوچکا ہے کہ یہ مال چوری کا ہے پھر بھی اس کو خریدتا ہے تو اس کے لیے وہ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

اور جو شخص لاعلمی میں ایسا مال مسروقہ خرید لے تو کیا حکم ہے؟ اور خرید لینے کے بعد معلوم ہوجائے کہ یہ مال چوری کا تھا جب کیا حکم ہے؟

الجواب: چوری کا مال دانستہ خریدنا حرام ہے۔ بلکہ اگر معلوم نہ ہو، مظنون ہو، جب بھی حرام ہے۔ مثلاً کوئی جاہل شخص کہ اس کے مورثین بھی جاہل تھے، کوئی علمی کتاب بیچنے کولائے اور اپنی ملک بتائے اس کے خریدنے کی اجازت نہیں اور اگر نہ معلوم ہے نہ کوئی واضح قرینہ تو خریداری جائز ہے، پھر اگر ثابت ہوجائے کہ یہ چوری کا مال ہے تو اس کا استعمال حرام ہے بلکہ مالک کو دیا جائے اور وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو، اور ان کا بھی پتہ نہ چل سکے تو فقرا کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۷،ص:۳۸/ج:۱۷،ص:۱۶۵)

(۸۷) زائد واپسی کی شرط پر قرض لینا کیسا ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص نے مبلغ سو روپیہ اس شرط پر قرض لیا کہ پچیس روپے سالانہ منافع مقررہ بلا نقصان کے دیتا رہوں گا اور جب جمع طلب کروگے تو تمہارا پورا روپیہ واپس کر دوں گا، جس شخص نے اس شرط کو قبول کر کے روپیہ دے دیا اس پر خود سود خوری کا حکم ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگی یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب: قطعی سود اور یقینی حرام و گناہ کبیرہ خبیث و مردار ہے۔

حدیث میں ہے: قال رسول الله ﷺ کل قرض جر منفعةً فهو ربٰوا. (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قرض نفع کو کھینچے وہ سود ہے۔) ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی سخت مکروہ ہے جس کے پھیرنے کا حکم ہے اور اسے امام کرنا گناہ، کما نص عليه الامام الحلبي في الغنية. واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۷،ص:۱۷/ج:۱۷،ص:۲۶۹)

(۸۸) سود کی رقم میں وراثت جاری ہوتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ: زید نے اپنی حیات میں کچھ روپیہ سود پر قرض دیا اور روپیہ وصول کرنے سے پہلے زید مر گیا، اب ورثۂ زید کو تاریخ وفات زید تک کا سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حرام قطعی ہے، قال المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ. (مولا سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہا ہے چھوڑ دو اگر تم مسلمان ہو، پھر جو ایسا نہ کرو تو خبردار ہو جاؤ خدا اور رسول کے لڑنے سے یا اعلان کر دو اللہ ورسول سے لڑائی کا۔)

یہ اس بقیہ کی نسبت ارشاد ہوا جو تحریم سے پہلے کا رہ گیا تھا، مسلمانوں نے خیال کیا یہ تو حرمت سے پیشتر کا ہے، اسے لے لیں آئندہ سے باز رہیں گے۔ اس پر یہ حکم آیا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ہم میں خدا اور رسول سے لڑنے کی طاقت نہیں، وہ بقیہ بھی چھوڑ دیا۔ نہ کہ معاذاللہ یہ بقیہ شقیہ کہ سرے سے بعد تحریم الٰہی کے لینا دینا ٹھہرا، اور اس کا لینے والا اللہ عزیز مقتدر قہار اور اس کے رسول جلیل جبار جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑائی کا پورا سامان کر لے اور قرآن پر ایمان رکھتا ہو تو یقین جانے کہ خدا عزمجدہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑنے والا سخت ہلاکت میں پڑنے والا ہے، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ ورثہ اس چیز کے مستحق ہوتے ہیں جو مورث کی ملک اور اس کا ترکہ ہو یہ سود نا مسعود نہ ملک نہ ترکہ اس کا، مطالبہ کس ذریعہ سے پہنچ سکتا ہے واللہ الهادی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم. (ج:۷، ص:۸۴/ج:۱۷، ص:۳۰۴)

(۸۹) اہل ہنود سے بیاج لینا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ اس ملک میں اہل ہنود سے بیاج لینا جائز ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ نصاریٰ سے بوجہ اہل کتاب ہونے کے بیاج لینا نادرست ہے، ایسے خیال والوں کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟

الجواب: سود مطلقاً حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ: وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا۔ (اور اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا۔)ہاں جو مال غیر مسلم سے کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن بغیر اپنی طرف سے کسی غدر اور بدعہدی کے ملے، اگرچہ عقود فاسدہ کے نام سے، اسے اسی نیت سے، نہ بہ نیت ربا و غیرہ محرمات سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ دینے والا کچھ کہے یا سمجھے کہ اس کے لیے اس کی نیت بہتر ہے نہ کہ دوسرے کی، لکل امرئ ما نوی. (ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔)

پھر بھی جس طرح برے کام سے بچنا ضرور ہے برے نام سے بچنا بھی مناسب ہے ایاك و بالسوء الظن (بدگمانی سے بچ)۔ ان تمام احکام میں مشرک و مجوسی و کتابی سب برابر ہیں جب کہ نہ ذمی و مستامن ہوں نہ غدر کیا جائے، بلکہ یہی شرط کافی ہے کہ ان دونوں کو بھی حاوی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۷، ص:۹۲/ج:۱۷، ص:۳۲۵)

(۹۰)ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب اور دونوں کی تعریفیں کیا ہیں، ہندوستان میں غیر اقوام سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ جو شخص سود لیتا ہے یا سود تمسکات کی تحریر کی اجرت سے اپنی اوقات گزاری کرتا ہو ایسے شخص کے یہاں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ہندوستان دارالاسلام ہے۔ دارالاسلام وہ ملک ہے کہ فی الحال اس میں اسلامی سلطنت ہو، یا اب نہیں تو پہلے تھی، اور غیر مسلم بادشاہ نے اس میں شعائر اسلام مثل جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و جماعت باقی رکھے اور اگر شعائر کفر جاری کیے اور شعائر اسلام یک لخت اٹھا دیے اور اس میں کوئی شخص امان اول پر باقی نہ رہا، اور وہ جگہ چاروں طرف سے دارالاسلام سے گھری ہوئی نہیں تو دارالحرب ہوجائے گا، جب تک یہ تینوں شرطیں جمع نہ ہوں کوئی دارالاسلام دارالحرب نہیں ہوسکتا۔

سود لینا نہ مسلمان سے حلال ہے نہ کافر سے۔ سود خور اور تمسک لکھنے والا اور اس پر گواہی کرنیوالے سب ایک حکم میں ہیں۔ جو کھانا سامنے لایا اگر معلوم ہو کہ یہ بعینہ سود کا ہے تو اس کا کھانا حرام اور اگر سود کا روپیہ دکھا کر یا پہلے دے کر اس کے عوض کھانے کی چیز خریدی جب ناجائز ہے ورنہ ناجائز نہیں مگر ایسے لوگوں سے اختلاط نامناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۷، ص:۱۱۴/ مترجم، ج:۱۷، ص:۳۶۷) ☆☆☆

حاجی محمد ادریس قریشی نمازی تیغی کا وصال پر ملال

ولادت: ۱/ مارچ ۱۹۳۵ء۔ وصال: ۹/ اکتوبر ۲۰۱۸ء

ساکن: قادری کمپلیکس حوالدار عبدالحمید چوک، رانچی (جھارکھنڈ)

مصروفیت: سماجی خدمت۔

عقیدہ: اہل سنت وجماعت (مسلک اعلیٰ حضرت بریلوی)۔

اخلاق وآداب: صاف گوئی وحق بیانی، علمائے دین اور مدارس دینیہ سے لگاؤ، بزرگان دین سے عقیدتیں اور محبتیں، ہندوستان کے اکثر مزارات اولیا پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

جامعہ عبداللہ بن مسعود (کولکاتا) اور جامعہ مدینۃ العلوم خانقاہ قادری (پھکولی شریف، مظفرپور) سے گہرا تعلق۔ اپنے پیرومرشد سرکار نمازی علیہ الرحمہ سے سچی محبت اور لگاؤ۔ دینی اور سماجی کاموں میں پیش پیش رہنا۔

یادگار کارنامے: اپنی زمین میں اپنے خرچ سے عظیم الشان مسجد غوث اعظم کی تعمیر۔ اور بھی دیگر سنی اداروں میں تعاون کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ حاجی صاحب مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین

فقط

محمد رحمت علی غفاری نمازی تیغی قادری مصباحی

⑩ باب حظر واباحت

(۹۱)عالم دین کی توہین کرنااور ان کا مذاق اڑانا حرام ہے

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی عالم یامولوی یاحافظ کوبلاوجہ اور بلاقصور بدنام کرے اور آپ لوگوں کے روبرو ناخواندہ آدمی اچھابنے اور اپنی عقل کے روبرو عالم کو جاہل اور ذلیل سمجھنااور لوگوں کی جماعت میں بیٹھ کر عالم کی حقارت کرنا اور اپنے آپ کو بہت ذی مرتبہ خیال کرنا اور عالم وغیرہ سب کو براکلمہ کہناغرض کہ ہر شخص کو براکہنااور ہر شخص پر اعتراض کرناجائزہے یانہیں ؟

الجواب: سخت حرام سخت گناہ اشد کبیرہ،عالم دین سنی صحیح العقیدہ کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائے اور حق بات بتائے محمد رسول اللہ ﷺ کا نائب ہے اس کی تحقیر معاذاللہ محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی جناب میں گستاخی موجبِ لعنت الٰہی وعذاب الیم ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ثلٰثة لایستخف بحقهم الامنافق بين النفاق ذوالشيبة فی الاسلام وذوالعلم والامام المقسط. رواه ابوالشيخ فی كتاب التو بيخ عن جابر بن عبدالله و الطبرانی فی الكبير عن أبی أمامة رضی الله تعالٰی عنهم.

(تین شخصوں کے حق کو ہلکانہ جانے گا مگر منافق کھلامنافق، ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپاآیا،دوسراعلم والا،تیسرابادشاہ اسلام عادل (اس کو ابوالشیخ نے کتاب التوبیخ میں جابربن عبداللہ سے اور طبرانی نے کبیر میں ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔)

اور بلاوجہ شرعی کسی سنی المذہب کوبراکہنایااس کی تحقیر کرنا جائزنہیں،کہ اس میں

مسلمان کی ناحق ایذا ہے اور مسلمان کی ناحق ایذا خدا اور سول کی ایذا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: من اٰذی مسلما فقد اٰذانی و من اٰذانی فقد اذی الله. رواه الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی الله تعالیٰ عنه بسندحسن. (جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی، امام طبرانی نے اس کو الاوسط میں حضرت انس کے حوالے سے بسند حسن روایت کیا ہے۔)

ہر ایک کو برا وہی کہے گا جو خود نہایت برا اور بدتر ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: لیس المومن بالطعان ولااللعان و لاالفاحش ولاالبذی، رواه الائمة احمد والبخاری فی الادب المفرد و الترمذی وابن حبان والحاکم عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه، قال الترمذی حسن.

(مسلمان نہیں ہے ہر ایک پر منہ آنے والا اور نہ بکثرت لوگوں پر لعنت کرنے والا اور نہ بے حیائی کے کام کرنے والا اور نہ فحش بکنے والا۔ ائمۂ کرام مثلاً امام احمد، امام بخاری نے الادب المفرد میں، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے اس کو حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم امام ترمذی نے فرمایا: حدیث حسن ہے۔)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: لایبغی علی الناس الا ولدبغی والامن فیه عرق منه. رواه الطبرانی عن ابی موسٰی رضی الله تعالیٰ عنه بسند حسن. (لوگوں پر ظلم وتعدی نہ کرے گا مگر حرامی یا وہ جس میں کوئی رگ ولادت زنا کی ہے امام طبرانی نے اس کو المعجم الکبیر میں حضرت ابوموسٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن روایت کیا ہے۔)

رہا اپنے آپ کو بہتر سمجھنا یہ تکبر ہے اس کے لیے یہی آیت کافی ہے کہ

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝(کیانہیں ہے دوزخ میں ٹھکانہ تکبر کرنے والوں کا، یعنی ضرور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔) والعیاذ باللہ تعالیٰ. واللہ تعالیٰ اعلم. (ج:۹،ص:۱۳۸/مترجم،ج:۲۳،ص:۶۴۸)

(۹۲) قیام بوقت میلاد شریف مستحب ہے

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ قیام بوقت میلاد شریف سنت ہے یامباح؟اوراس قیام پر تارک کی حرف زنی درست ہے یانہیں؟

الجواب: مستحب ہے،کما نص علیه أئمة ذورواية ورؤية کما فی عقد الجوهر والدررالسنية وغيرهما من الكتب البهية ولنافيه رسالة كافية شافية باذن الله تعالیٰ سميناها "اقامة القيامة علیٰ طاعن القيام لنبی تهامة" صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.

(جیساکہ ائمۂ روایت و رویت نے اس کی تصریح فرمائی،جیساکہ عقدالجوہراور درر سنیہ وغیرہ قیمتی کتب میں مذکور ہے،اوراس موضوع پر ہماراایک رسالہ بنام "اقامۃ القیامۃ علیٰ طاعن القیام لنبی تہامۃ" ﷺ (اس شخص پر قیامت برپاکردیناجو نبی تہامہ کے لیے قیام تعظیم پر زبان طعن دراز کرے) لکھاہے،یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے موضوع پر کافی اور بیمار ذہنوں کوشفابخشنے والاہے۔)

یوں ترک ہوکہ چندلوگ بیٹھے ہیں،ذکرولادت اقدس آیا،تعظیم ﷺ سے انکار نہیں مگراس وقت بیٹھے رہے کہ آخرقیام واجب نہیں ایسے ترک پرطعن نہیں،اور اگریوں ترک ہوکہ مجلس میں اہل اسلام نے اپنے نبی کریم ﷺ کی تعظیم کے لیے قیام کیا،یہ بلاعذر جمارہاتوقطعاًمحل طعن ودلیل مرض قلب ہے،نظیراس کی شاہدعین یہ ہے کہ کسی مجمع میں بندگان سلطانی تعظیم سلطانی کے لیے سروقد کھڑے ہوں اور ایک نامہذّب

بے ادب قصداً بیٹھا رہے ہر شخص اسے گستاخ کہے گا اور بادشاہ کے عتاب کا مستحق ہوگا یوں ہی اگر ترک قیام بر بنائے اصول باطلہ وہابیت ہو تو شنیع تر ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(ج:۹،ص:۱۳۹/مترجم،ج:۲۳،ص:۷۲۹)

(۹۳)سودی رقم سے مسجد بنوانے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ: اگر کسی سود خور نے سودی روپیہ سے مسجد بنائی یا حج کیا یا حج کروایا یا تالاب کھدوایا یا خیرات کی تو وہ شخص مستحقِ ثواب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: سود کے روپیہ سے جو کارِ نیک کیا جائے اس میں استحقاقِ ثواب نہیں، حدیث شریف میں ہے: جو مالِ حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب لبیک کہتا ہے ہاتف غیب سے جواب دیتا ہے: لالبیك ولاسعدیك وحجك مردود علیك حتی ترد ما فی یدیك. (نہ تیری لبیک قبول، نہ خدمت پذیر، اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود ہے یہاں تک کہ تو یہ مال حرام کہ تیرے قبضہ میں ہے اس کے مستحقوں کو واپس دے۔)

حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ان اللہ طیّب لایقبل الاّ الطیب. (بے شک اللہ عزوجل پاک ہے پاک ہی چیز کو قبول فرماتا ہے۔)

سود خور پر شرعاً فرض ہے کہ جتنا سُود جس جس سے لیا ہے اسے واپس دے، وہ نہ رہا ہو اس کے وارثوں کو دے، وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتہ مالک اور اس کے ورثہ کا نہ چلے تو فرض ہے کہ اتنا مال تصدّق کردے۔ اور تصدّق میں فقیر کو مالک کردینا درکار ہے کما نص علیہ فی الخانیة وغیرھا عامة الاسفار. (جیساکہ فتاوٰی قاضی خان وغیرہ عام بڑی کتب میں اس کی تصریح کردی گئی۔)

اور مسجد یا تالاب بنانا یا حج کرنا اصلاً ادائے حکم نہ ہوگا اور اس پر سے گناہ نہ

جائے گا، ہاں خیرات کر دینے کا حکم ہے، یوں اس کی توبہ تمام ہوگی اور ان شاء اللہ تعالیٰ گناہ سے بری الذمہ ہوگا، اور توبہ کرنے اور حکمِ شرع دربارۂ تصدق بجالانے کا ثواب بھی پائے گا، اگرچہ خیرات کا ثواب نہ ہوگا، کما حققناہ فی فتاوٰنا، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم. (ج:۹،ص:۱۹۰/مترجم،ج:۲۳،ص:۵۴۱)

(۹۴)اپنے لڑکوں کو وہابیوں کے پاس پڑھانا کیسا ہے؟

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیوں کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھانا کیسا ہے اور جو ان کے پاس اپنے لڑکے کو پڑھنے کے لیے بھیجے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب: حرام حرام حرام، اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال ومبتلائے آثام۔

قال اللہ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا.

(اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ج:۹،ص:۲۰۷/مترجم،ج:۲۳،ص:۶۸۲)

(۹۵)کھانے میں عیب نکالنے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ: اگر کسی شخص کو دعوت دے کر بلائے اور وہ شخص دعوت کھا کر کھانے میں عیب نکالے تو وہ شخص شرعاً گنہ گار ہے یا نہیں؟ مثلاً کہے کہ گھی کم ہے، مرچ زیادہ ہے۔ ایسا کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کھانے میں عیب نکالنا اپنے گھر پر بھی نہ چاہیے، مکروہ وخلاف سنت ہے۔ عادت کریمہ یہ تھی کہ پسند آیا تو تناول فرمایا ورنہ نہیں۔ اور پرائے گھر عیب نکالنا تو مسلمانوں کی دل شکنی ہے اور کمال حرص وبے مروتی پر دلیل ہے۔ گھی کم ہے یا

مزہ کا نہیں، یہ عیب نکالنا ہے۔ اور اگر کوئی شی اسے مضر ہے اسے نہ کھانے کے عذر کے لیے اس کا اظہار کیا نہ کہ بطور طعن و عیب، مثلاً اس میں مرچ زائد ہے میں اتنی مرچ کا عادی نہیں تو یہ عیب نکالنا نہیں اور اتنی بھی بے تکلفی خاص کی جگہ ہو اور اس کے سبب دعوت کنندہ کو اور تکلیف نہ کرنی پڑے، مثلاً دو قسم کا سالن ہے ایک میں مرچ زائد ہے اور یہ عادی نہیں تو اسے نہ کھائے اور وجہ پوچھی جائے بتادے، اور اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہے اب اگر نہیں کھاتا تو دعوت کنندہ کو اس کے لیے کچھ اور منگانا پڑے گا اسے ندامت ہوگی اور تنگدست ہے تو تکلیف ہوگی، ایسی حالت میں مروت یہ ہے کہ صبر کرے اور کھائے اور اپنی اذیت ظاہر نہ کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۹،ص:۱۱۶/مترجم،ج:۲۱،ص:۶۵۲)

(۹۶) بہو اپنے خسر، جیٹھ اور دیور سے پردہ کرے یا نہیں؟

مسئلہ:

بہو اپنے خسر سے پردہ کرے یا نہ کرے۔ اسی طرح جیٹھ، دیور کا کیا حکم ہے؟

الجواب: جیٹھ اور دیور سے پردہ واجب ہے کہ وہ نامحرم ہیں اور خسر سے پردہ واجب نہیں، جائز ہے۔ اس کا ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب۔ اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب، اگر کرے گی گنہ گار ہوگی اور محارم غیر نسبی مثل علاقہ مصاہرت و رضاعت ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز۔ مصلحت و حالت پر لحاظ ہوگا۔ اسی واسطے علما نے لکھا ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ مناسب ہے۔ یہی حکم خسر اور بہو کا ہے۔ اور جہاں معاذاللہ مظنۂ فتنہ ہو پردہ واجب ہو جائے گا۔

وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ الۡمُصۡلِحِ ؕ. (اللہ تعالیٰ فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے جانتا ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۹،ص:۱۲۴/مترجم،ج:۲۲،ص:۲۴۰)

(۹۷)سید کی بے عزتی کرنا حرام ہے

مسئلہ: کسی سید کو صحیح النسب سید نہ کہنا، بلکہ اس کو ناجائز پیشہ وروں (میراثی وغیرہ) سے مثال دینا کیسا ہے؟ اور اس مثال دینے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور سید کی بے توقیری کرنے والا گمراہ بدمذہب ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب: سنی سید کی بے توقیری سخت حرام ہے، صحیح حدیث میں ہے: ستّة لعنتھم، لعنھم اللہ وکل نبی مجاب: الزائد فی کتاب اللہ والمکذب بقدر اللہ والمستحل من عترتی ماحرم اللہ الحدیث. (چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ اُن پر لعنت کرے، اور نبی کی دعا قبول ہے ازاں جملہ ایک وہ جو کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھائے اور وہ جو خیر و شر سب کچھ اللہ کی تقدیر سے ہونے کا انکار کرے اور وہ جو میری اولاد سے اس چیز کو حلال رکھے جو اللہ نے حرام کیا۔)

اور ایک حدیث میں ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں ﷺ: من لم یعرف حق عترتی فلاحدی ثلث امّا منافق وامّا ولدزانیة واما حملته امّه علیٰ غیر طھر. (جو میری اولاد کا حق نہ پہچانے وہ تین باتوں میں سے ایک سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرام یا حیضی بچہ۔)

مجمع الانہر میں ہے: من قال لعالم عو یلم اولعلوی علیوی استخفافا فقد کفر. (جو کسی عالم کو مولویا یا سید کو میروا اس کی تحقیر کے لیے کہے وہ کافر ہے۔)

اور اس میں شک نہیں جو سید کی تحقیر بوجہ سیادت کرے وہ مطلقاً کافر ہے اس کے پیچھے نماز محض باطل ہے ورنہ مکروہ، اور جو سید مشہور ہو اگرچہ واقعیت معلوم نہ ہو اسے بلا دلیل شرعی کہہ دینا کہ یہ صحیح النسب نہیں، اگر شرائط قذف کا جامع ہے تو صاف گناہ کبیرہ ہے اور ایسا کہنے والا اسّی کوڑوں کا سزاوار، اور اس کے بعد اس کی گواہی ہمیشہ کو مردود۔ اور اگر شرط قذف نہ ہو تو کم از کم بلاوجہ شرعی ایذائے مسلم ہے اور بلاوجہ شرعی

ایذائے مسلم حرام، قال اللہ تعالیٰ: وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا۠. (جولوگ ایمان دار مردوں اور ایماندار عورتوں بغیر اس کے کہ انھوں نے (کوئی معیوب کام) کیا ہو ان کا دل دکھاتے ہیں تو بے شک انھوں نے اپنے سر پر بہتان باندھنے اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھالیا۔)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: من اٰذی مسلما فقد اٰذانی و من اٰذانی فقد اٰذی اللہ. (جس نے بلاوجہ شرعی سنی مسلمان کو ایذادی اس نے مجھے ایذادی اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ عزوجل کو ایذادی (والعیاذباللہ تعالیٰ عنہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۹، ص:۱۳۱/مترجم، ج:۲۴، ص:۳۴۱)

(۹۸) مردوں کو عورتوں کی طرح لمبا بال رکھنا حرام ہے

مسئلہ:

مردوں کو مثل عورتوں کے لمبا بال کندھے سے نیچے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال، رواہ الائمۃ احمد و البخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما.

(اللہ کی لعنت ان مردوں پر کہ کسی بات میں عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر کہ مردوں سے، ائمہ حدیث مثلا امام احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔)

ایک عورت مردوں کی طرح کمان کندھے پر لگائے جاتی تھی اسے دیکھ کر یہ فرمایا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت فرمایا۔)

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ خَود (لوہے کی ٹوپی جو لڑائی میں پہنا جاتا ہے) پہنتی ہے، فرمایا: لعن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الرجلة من النساء رواه ابوداؤد عن ابن أبي ملكية عنها رضي الله تعالیٰ عنها. (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر کہ کوئی وضع مردانی اختیار کرے۔ امام ابوداؤد نے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرمائی۔)

کمان یا جوتا اجزائے بدن نہیں۔ جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ اجزائے بدن ہیں ان میں مشابہت اور کس درجہ سخت تر ہوگی۔ ولہذا عورت کو حرام ہے کہ اپنے بال تراشے کہ اس میں مردوں سے مشابہت ہے۔ یوہیں مردوں کو حرام ہے کہ اپنے بال عورتوں کی طرح بڑھائیں اور وجہ دونوں جگہ وہی مشابہت ہے کہ حرام وموجب لعنت ہے۔

درمختار میں ہے: قطعت شعر راسها اثمت ولعنت و المعنى المؤثر التشبه. (کسی عورت نے اپنے سر کے بال کاٹے تو وہ اس کام کی وجہ سے گناہ گار ہوگی اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور اس میں معنیٰ موثر "تشبہ" ہے۔)

ردالمحتار میں ہے: اى العلة المؤثرة فى اثمها التشبه بالرجال فانه لايجوز كالتشبه بالنساء حتى قال فى المجتبىٰ يكره غزل الرجل على هيأة غزل النساء. (عورت کے گناہ گار ہونے میں اثر انداز ہونے والی علت مردوں سے مشابہت ہے، اس لیے کہ وہ جائز نہیں۔ جیسے مردوں کی عورتوں سے مشابہت درست نہیں۔ یہاں تک کہ "المجتبیٰ" میں فرمایا کہ مردوں کا عورتوں کی ہیئت پر سوت کاتنا مکروہ ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج:۹، ص:۱۸۸/ مترجم، ج:۲۲، ص:۶۸۷)

(۹۹)صحابۂ کرام کے علاوہ، اولیا و صالحین کے لیے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کا اطلاق جائز ہے

مسئلہ: (۱) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوا ائمۂ مجتہدین وشہدا و صالحین خصوصًا اولیاے کاملین وعلماے متقین کی شان میں ان کے نام کے ساتھ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کا لفظ کہنا کیسا ہے۔ چاہیے یا نہیں؟

(۲) شرعًا انبیا ومرسلین وملائکہ مقربین کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" اور صحابہ کے نام کے ساتھ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" اور اولیا وعلما کے ساتھ "رحمۃ اللہ علیہ" کہنے کا کیا حکم ہے، ہر ایک کے لیے یہ الفاظ تخصیص کے ساتھ خاص کر دیے گئے ہیں یا جن کے نام کے ساتھ جو الفاظ چاہیں کہہ سکتے ہیں؟

الجواب: (۱) "رضی اللہ تعالیٰ عنہم" صحابۂ کرام "رضی اللہ تعالیٰ عنہم" کو تو کہا ہی جائے گا۔ ائمہ واولیاے وعلماے دین کو بھی کہہ سکتے ہیں، کتاب مستطاب "بہجۃ الاسرار شریف" وجملہ تصانیف امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی وغیرہ اکابر میں یہ شائع وذائع ہے۔

تنویرالابصار میں ہے: یستحب الترضی للصحابة والترحم للتابعين ومن بعدهم من العلماء والأخيار وكذا يجوز عكسه على الراجح. (صحابۂ کرام کے اسماے گرامی کے ساتھ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنا یا لکھنا مستحب ہے تابعین اور بعد والے علماے کرام اور شرفا کے لیے "رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" کہنا یا لکھنا مستحب ہے اور اس کا الٹا بھی راجح قول کی بنا پر جائز ہے۔ یعنی صحابۂ کرام کے ساتھ "رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" اور دوسروں کے ساتھ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ"۔)

(۲) صلوٰۃ وسلام بالاستقلال انبیا وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے نہیں، ہاں بہ تبعیت جائز ہے جیسے اللهم صلى وسلم على سيدنا ومولٰينا

محمد وعلی آل سیدنا و مولٰینا محمد . اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے لیے "رضی اللہ تعالی عنہ" کہا جائے۔ اولیا وعلما کو "رحمۃ اللہ تعالی علیہم" یا "قدست اسرارہم"، اور اگر "رضی اللہ تعالیٰ عنھم" کہے جب بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ ابھی تنویر سے گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(ج:۹،ص:۱۸۹/ مترجم،ج:۲۳،ص:۳۸۹)

(۱۰۰) سیاہ خضاب لگانا حرام ہے

مسئلہ: خضاب لگانے اور مردوں کی داڑھی مونچھ اور سر کے بال کالے کرنے کے متعلق شریعت بیضا کا کیا حکم ہے؟ یہ حدیث کہ "خضاب لگانے والا جنت کی بو نہ سونگھے گا" کس خضاب سے متعلق ہے؟ نیل و مہندی ملا کر جو خضاب کیا جاتا ہے اور جس سے بال بالکل کالے نہیں ہوتے وہ کس حکم میں ہے؟ اور اگر اسی سے بعض طرق کے تبدل و تغیر کے باعث بالکل سیاہ ہو جائیں تو کیا حکم ہے؟ نوجوان بیوی یا اور بعض کیفیات میں کیا خضاب اسود ناجائز ہونے کی صورت میں استثنار ہے گا؟ اور اگر ایسا ہے تو ان بعض کیفیات کی توضیح کیا ہے؟

الجواب: سیاہ خضاب حرام ہے۔قال ﷺ غیروا ھذا بشیئ واجتنبوا السواد. رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه وفی حدیث اٰخر من خضب بالسواد سود اللہ وجھه یوم القیمة رواہ الطبرانی.

(حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ان بالوں کو کسی چیز سے تبدیل کردو، لیکن سیاہی سے بچو۔ مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اسے روایت کیا۔ اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے جس نے سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ سیاہ کرے گا۔ اس کو امام طبرانی نے روایت کیا۔)

حدیث مذکور فی السوال سیاہ خضاب ہی کے بارے میں ہے، خود اسی کے

الفاظ کاارشاد ہے: یخضبون بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحۃ الجنۃ رواہ ابوداؤد والنسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما.

(کچھ لوگ سیاہ خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کے پوٹے ہوں، وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے، ابوداؤد و نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے اس کو روایت کیا۔)

سیاہ خضاب مطلقاً حرام ہے اور سیاہ مقول بالتشکیک نیلا، اودا، کاسنی سب سیاہ ہے اور بفرض غلط سیاہ نہ ہو تو قریب سیاہ قطعا ہے اور حدیث صحیح کاارشاد ہے: لاتقربوا السواد، رواہ الامام احمد عن انس رضی اللہ عنہ. (سیاہی کے پاس نہ جاؤ (اس کو امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

اور حدیث ابوداؤد و نسائی میں کبوتر کے پوٹے سے تشبیہ بھی اسی طرف ناظر، جنگلی کبوتروں کے پوٹے اکثر نیلگوں ہوتے ہیں۔ خاص مہندی کی رنگت گہری نہیں ہوتی، جب اس میں کچھ پتیاں نیل کی ملادی جائیں تو سرخ گہرا رنگ ہوجاتا ہے، یہ حسن ہے۔ نہ یہ کہ اتنا نیل ملا دیا جائے کہ سیاہ کردے، یا پہلے مہندی سے رنگ کر جب بال خوب صاف ہوگئے اس پر نیل تھوپا کہ یہ سب وہی حرام صورتیں ہیں جن کو "اجتنبوا" (بچو) فرمایا۔ "لایجدون رائحۃ الجنۃ" (وہ لوگ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے۔) فرمایا۔ جس پر "سود اللہ وجھہ" (اللہ تعالیٰ ان کے چہرے سیاہ کردے گا۔) آیا۔ شراب کہ خلط نمک سے سرکہ ہوجائے نہ یہ کہ گھڑے بھر شراب میں نمک کی ایک کنکری ڈال کر پی جائے نہ یہ کہ بہت سا نمک پھانک کر اوپر سے شراب چڑھائے، تحریم سواد سے صرف مباشران جہاد کا استثنا ہے جیسے اون کو ریشم کا بانا، اور صاحبین کے نزدیک خالص ریشمی روا ہیں، اور زوجہ جوان کی غرض سے ایک روایت مرجوحہ میں جواز آیا ہے اور مرجوح پر حکم فتوٰی جہل و خرق اجماع ہے۔

امام محمد علیہ الرحمۃ فتاوی ذخیرہ میں فرماتے ہیں: الخضاب بالسواد للغزو لیکون اھیب فی عین العدومحمود باتفاق وان فعل ذٰلك لیزین نفسه للنساء فمکروہ و علیه عامة المشائخ .(جہاد میں سیاہ خضاب کی اجازت ہے تاکہ دشمن کی نگاہ میں بارعب اور خوفناک ہوجائے اور یہ بالاتفاق اچھا ہے۔ اور اگر اپنے آپ کو عورتوں کے لیے زیب وزینت دے تو یہ مکروہ ہے اور اسی پر عام مشائخ قائم ہیں)۔

(ج:۹،ص:۱۹۱،نصف اخیر/مترجم،ج:۲۳،ص:۴۹۱)

☆☆☆

ضمیمہ

ہم بھی بریلی جائیں گے صدسالہ عرس رضوی میں

نتیجۂ فکر- شاعر بارگاہ رضا جناب ذیشان متھراوی صاحب (ہوڑہ، مغربی بنگال)

دل کی مرادیں پائیں گے صدسالہ عرس رضوی میں
ہم بھی بریلی جائیں گے صد سالہ عرس رضوی میں

رنج و غم کا سارا اندھیرا دیکھ رہا ہے حیرت سے
شیشۂ دل چمکائیں گے صدسالہ عرس رضوی میں

اپنے پیارے رضا سے ملنے شہر مدینہ سے چل کر
تشریف آقا لائیں گے صدسالہ عرس رضوی میں

غوث و خواجہ صابر کلیر، مخدوم اشرف سمنانی
فیض نبی برسائیں گے صدسالہ عرس رضوی میں

شاہ برکت، مفتی اعظم، حامد، ابراہیم سے
جومانگیں پائیں گے صدسالہ عرس رضوی میں

جی بھر کر دیدار کریں گے دیکھنا باغ جنت سے
تاج شریعت آئیں گے صدسالہ عرس رضوی میں

اِن سے، اُن سے کیوں کر مانگیں ہم ہیں رضا کے دیوانے
دست طلب پھیلائیں گے صدسالہ عرس رضوی میں

مرکز سنت زندہ باد اعلیٰ حضرت زندہ باد
نعرے لگاتے جائیں گے صد سالہ عرس رضوی میں
چھوڑو اب ذیشانؔ رضا تم رنج و الم کے افسانے
گیت خوشی کے گائیں گے صد سالہ عرس رضوی میں

کیا عرب ہے کیا عجم یا سیدی احمد رضا

محمد شاداب رضا رحمتی

ہے یہ اظہار دلم یا سیدی احمد رضا
کیجیے چشم کرم یا سیدی احمد رضا

گونجتی ہے چار جانب تیرے فتووں کی دھمک
کیا عرب ہے کیا عجم یا سیدی احمد رضا

نجد کے ایوان میں کہرام برپا ہو گیا
جب چلا تیرا قلم یا سیدی احمد رضا

کیجیے چشم عنایت اک ذرا شادابؔ پر
دور ہوں رنج و الم یا سیدی احمد رضا

★★★

جامعہ عبداللہ بن مسعود - ایک تعارف

از-مولانا محمد قمرالدین رضوی مصباحی
استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود،[و]رکن مجلس علماے اسلام مغربی بنگال

جامعہ عبداللہ بن مسعود، گلشن کالونی، محلہ پنچنو گرام کولکاتا-۱۰۰، میں واقع ہے اس کی داستان تو تھوڑی لمبی ہے لیکن اختصار کے ساتھ کچھ جھلکیاں یہاں پیش ہیں۔

جامعہ ۲۰۰۵ء سے پہلے "ادارۂ ملت اسلامیہ" کے نام سے ایک مکتب تھا جس میں محلے کے چند بچے پڑھنے آتے تھے بعد میں کمیٹی کے بااثر لوگوں کی خواہش ہوئی کہ اسے باضابطہ "دار العلوم" کی شکل میں تبدیل کرنے کے لیے کسی قابل، متحرک اور دیانت دار عالم دین کے سپرد کر دیا جائے۔ لہٰذا اس مقصد کے تحت ان لوگوں نے حضرت علامہ مفتی محمد رحمت علی مصباحی کا انتخاب کیا، اور مکتب حضرت کے حوالے کر دیا حضرت مفتی صاحب قبلہ چند طلبہ لے کر آئے اور حفظ کی تعلیم شروع کر دی۔ تعلیم اچھی ہونے کی وجہ سے طلبہ کی تعداد بہت بڑھ گئی اور مکتب کے لیے قائم پرانی عارضی عمارت تنگ پڑ گئی تو حضرت مفتی صاحب نے اسی سے متّصل دو کٹھہ زمین خریدی اور اس میں اسبیسٹر ڈال کر چار کمروں کی تعمیر کی جس میں نظامیہ کی تعلیم ہونے لگی، طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے وہ عمارت بھی تنگ ہو گئی تو مفتی صاحب قبلہ نے ۲۰۱۰ء میں مستقل پختہ عمارت کی بنیاد رکھ دی سنگ بنیاد جانشین حضور حافظ ملت، عزیز ملت حضرت علامہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ دام ظلہ سربراہ اعلی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ہاتھوں رکھا گیا اور رفتہ رفتہ اس کی تعمیر کا کام ہونے لگا اور آج الحمدللہ بارہ کٹھہ زمین پر چار منزلہ پر شکوہ عمارت موجود ہے تعمیر کی تکمیل کے بعد اس کا نام اکابرین کے مشورہ

سے "جامعہ عبد اللہ بن مسعود" رکھا گیا آج جامعہ میں درجہ اطفال کے علاوہ شعبہ نظامیہ کی باضابطہ تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے نصاب و مقدار کے مطابق درجہ سادسہ تک ہو رہی ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک

جامعہ میں اب "شعبۂ تحقیق و افتا" بھی قائم ہو چکا ہے جس میں دس فاضلان اشرفیہ درجہ تحقیق میں پڑھ رہے ہیں اس کے لیے دو کہنہ مشق اور قابل مفتیان کرام یعنی حضرت علامہ مفتی محمد دلدار عالم مصباحی اور حضرت علامہ مفتی محمد عابد رضا مصباحی کو مختص کیا گیا ہے، ان سے خدمتیں لی جا رہی ہیں۔ اس وقت جامعہ میں تقریباً ڈیڑھ سو طلبہ طعام و قیام کے ساتھ مصروف تعلیم ہیں۔

پنچنوگرام میں جامعہ کے ذیلی ادارے:

غریب نواز مسجد: جامعہ سے متّصل کچھوچھہ کی جانب پانچ کٹھہ زمین پر پانچ منزلہ مسجد کی عمارت کھڑی ہے جس کا انتظام و انصرام جامعہ کے زیر اہتمام ہے۔

مدرسہ غوثیہ: جامعہ سے کچھوچھہ کی جانب کافی دور تک مسلم آبادی بسی ہوئی ہے ان کے نونہالوں کو دینی تعلیم سے روشناس کرانے کے لیے اسی علاقے میں "مدرسہ غوثیہ" قائم کیا گیا ہے جس میں دن کے وقت چھوٹے بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں اور بعد نماز مغرب خواتین اسلام ایک معلمہ کی نگرانی میں احکام شرع سیکھتی ہیں۔

غفاری ایجوکیشن سینٹر: جامعہ سے پورب کی جانب مسلم آبادی کافی دور تک پھیلی ہوئی ہے لیکن ان کے قریب مسجد و مدرسہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ تعلیم و نماز دونوں سے غافل تھے جس کے پیش نظر سربراہ جامعہ نے ایک ہزار اسکوائر فٹ کی ایک جگہ کرایے پر حاصل کی اور اس میں بچوں کی ابتدائی تعلیم اور باجماعت نماز کا اہتمام کیا اس کے لیے اساتذہ اور امام و مؤذن مقرر ہیں۔

مدرسہ برکات تاج الشریعہ للبنات: پنچنوگرام اور اس کے مضافات میں

دور دور تک لڑکیوں کا کوئی دینی ادارہ نہیں ہے جس کے سبب مردوں کی بنسبت خواتین زیادہ ناخواندہ ہیں اس المیہ کو محسوس کرتے ہوئے جامعہ کے کچھ فاصلے پر پندرہ سو اسکوائر فٹ کی ایک جگہ کرائے پر حاصل کی گئی اور اس میں کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی کے نصاب تعلیم کے مطابق طعام وقیام کے ساتھ درس نظامیہ کی تعلیم شروع کر دی گئی۔ درجات نظامیہ (اعدادیہ تا عالمیت) کی امیدوار طالبہ کا داخلہ ابھی جاری ہے۔ اس وقت اس میں کلیۃ البنات الامجدیہ سے فارغ ہونے والی دو معلمہ ہیں۔

☆☆☆

مرتب– ایک نظر میں

از–مولانا غلام ربانی فیضی تیغی
خطیب وامام غریب نواز جامع مسجد، ملحقہ جامعہ ہذا، گلشن کالونی، کولکاتا
(و) صدر شعبۂ نشر واشاعت جامعہ عبد اللہ بن مسعود، گلشن کالونی، کولکاتا

نام: محمد رحمت علی، والد کا نام محمد اسرائیل تیغی، اور والدہ کا نام زہرا خاتون ہے۔

ولادت: صوبۂ بہار کے ایک گاؤں تیغی نگر برہٹیا، ڈاکخانہ مجھولی، ضلع ویشالی میں ۲۹؍ دسمبر ۱۹۶۹ء کو ہوئی۔

تعلیم وتربیت: (۱) جامعہ مدینۃ العلوم، پھکولی شریف، مظفر پور، بہار۔ (۲) دار العلوم ضیاء الاسلام، ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ۔ (۳) الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی۔

فراغت: دسمبر ۱۹۹۰ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے۔

اساتذہ: (۱) محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری (۲) محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی (۳) صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی (۴) نصیر ملت حضرت علامہ محمد نصیر الدین عزیزی مصباحی (۵) حضرت مفتی نظام الدین رضوی مصباحی (۶) حضرت علامہ قمر الحسن بستوی مصباحی، امریکہ

تدریسی خدمات:

دار العلوم قادریہ رشیدیہ جلیشور ضلع مہوتری (نیپال)۔ (۱۹۹۰–۱۹۹۳)

دار العلوم قادریہ فردوسیہ، گھانسی داتا مسجد، بالی گنج سرکولر کولکاتا۔ (۱۹۹۳–۱۹۹۵)

۱۹۹۵ء میں بحیثیت امام نوری مسجد، تلجلا روڈ، کولکاتا میں تقرری ہوئی۔ مسجد سے متّصل دار العلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ قائم فرمایا اور وہیں تدریسی خدمات انجام دینے لگے، پھر جامعہ عبد اللہ بن مسعود قائم فرمایا، تاحال نوری مسجد، تلجلا روڈ، میں امامت اور جامعہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

تعمیری خدمات: دارالعلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، تلجلا روڈ ، کی عمارت ۔جامعہ عبداللہ بن مسعود کی ۴/ منزلہ عمارت۔ غریب نواز مسجد ملحقہ جامعہ ہذا کی ۵/ منزلہ عمارت۔ مزید غوث اعظم مسجد کی زمین کی خریداری اور تعمیر میں مصروف ہیں۔

آپ کی سربراہی اور سرپرستی میں چلنے والے ادارے:

(۱)دارالعلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، تلجلا روڈ، کولکاتا (۲) جامعہ عبداللہ بن مسعود، گلشن کالونی پنچنو گرام، کولکاتا(۳)غفاری ایجوکیشن سنٹر، گلشن کالونی، کولکاتا (۴) مدرسہ برکات تاج الشریعہ للبنات، گلشن کالونی، کولکاتا (۵) مدرسہ غوثیہ، مارٹن پاڑہ، کولکاتا(۶) مدرسہ شرف العلوم غریب نواز، توپسیا، کولکاتا(۷) مدرسہ حسینیہ ، ملک پور، کولکاتا(۸)دار العلوم قادریہ معتبریہ، بشرام پور، ضلع گیا، بہار (۹) دار العلوم قادریہ فیض الکریم، بوکھرا، سیتامڑھی، بہار(۱۰) مدرسہ مدینۃ الاسلام، شاہی، ہنٹر گنج، چترا، جھارکھنڈ۔

تصنیفات و تالیفات:(۱)احکام قربانی (۲) حکایات شرف (۳) محرم اور تعزیہ داری (۴) اذان قبر و تجہیز و تکفین کا طریقہ (۵) حیات و خدمات حضور جلالۃ الارشاد (۶) پیغام حق (۷)اصلاح ملت(۸) پیغام شریعت (۹)مسائل زکوٰۃ و فطرہ (۱۰)جلسہ و جلوس (۱۱)منتخب فتاویٰ قادریہ (۱۲) تجلیات امام احمد رضا(۱۳)رسالہ القلم[۱/ شمارہ](۱۴)وصایا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۵)جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- فوائد و ثبوت (۱۶)سالنامہ ضیاے مصطفےٰ [چار شمارے] (۱۷)جہان امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۸)بشائر المومنین فی لسان رحمۃ للعالمین (۲۰)عرفان ملک العلماء(۲۱)فتاوی اعلیٰ حضرت۔

بیعت اور اجازت و خلافت: آپ کو سلسلہ تیغیہ قادریہ آبادانیہ کے شیخ کامل حضور جلالۃ الارشاد شاہ محمد نمازی علی تیغی قادری علیہ الرحمۃ (مظفرپور) خلیفۂ اجل محبوب المشائخ محمد تیغ علی سرکار سرکاہی (مظفر پور) سے شرف بیعت حاصل ہے۔ سلسلۂ تیغیہ قادریہ آبادانیہ سے پیر طریقت حضرت صوفی شاہ محمد عبدالغفار تیغی قادری دام ظلہ، خلیفہ حضور جلالۃ الارشاد نے آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

☆☆☆☆